تجلیاتِ رضا
قائدِ اہلِ سنت
علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

قائد اہلِ سنت

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	تجلیات رضا
مصنف	قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
ترتیب وتقدیم	ڈاکٹر غلام زرقانی
تاریخ اشاعت	دسمبر 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	MT22
قیمت	-/120 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ

ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین

تجلیات رضا

شرف انتساب

امیر کشور علوم وفنون..... مجدد دین وملت

اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

کے نام

جن کے فضائل وکمالات کی برتری آفتاب نیم روز کی طرح روشن وتابناک ہے

دعا جو

غلام زرقانی

مشمولات

پہلا جلوہ :

دوسرا جلوہ :

فن تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام امتیاز

تیسرا جلوہ :

فاضل بریلوی کی شاعری میں عشق رسول کے جلوے

چوتھا جلوہ :

دعوت حق مکتوبات رضا کی روشنی میں

پانچواں جلوہ :

عبقریت امام احمد رضا بریلوی کے باکمال پہلو

حرف اول

مجدد دین وملت، امیر کشور علم وفن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ عنہ سے حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو بڑا ہی والہانہ لگاؤ تھا کہ فاضل بریلوی کی ذات باسعادت دور حاضر میں اپنے علم وعمل، زہد وتقویٰ، شرافت ونجابت، فکر وفن، وسعت نظر اور ہمہ جہت فضائل وکمالات کی بنیاد پر ایک جاں پرسوز عاشق رسول، کامل مرد مؤمن، اخلاق وکردار کا پیکر مجسم اور عقائد حقہ کی مدافعت میں ہر لحظہ اپنے وجود کا نذرانہ پیش کرنے کا جذبہ مستانہ اپنے نہاں خانۂ دل میں جواں رکھنے والے مخلص سپاہی کی سچی تصویر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اہل سنت آپ کی قد آور شخصیت کی بارگاہ سے اپنے تعلق خاطر کی

صلابت کا اظہار کرتے ہوئے ایک ذاتی مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"..........کیونکہ اعلیٰ حضرت سے میرا رشتہ ایمان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں خاندانی رشتہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔" ۱

اور یہ تعلق خاطر کسی دنیاوی مقاصد کے حصول کی غرض سے نہ تھا......نہ مال و دولت کی طلب ہی مقصود تھی اور نہ ہی جاہ و حشمت کی حرص.....یہ تو بس دینی رشتہ کی بنیاد پر تھا۔ اس لیے کہ فاضل بریلوی عقائد حقہ کی ترویج و اشاعت، ناموس رسالت کی مدافعت، بدعات و منکرات کی مذمت، فکر اسلامی کی صیانت و حفاظت اور عظمت اسلام کی سرخروئی کا جذبہ بیکراں لیے میدان عمل میں رواں دواں رہے اور قائد اہل سنت اسی تحریک کو زمین کی وسعتوں تک پہنچانے کی آرزو میں دین کے ایک مخلص خادم کی طرح اپنا تن من دھن سب کچھ بارگاہ ایزدی میں نچھاور کرتے رہے۔ لہٰذا اگر موصوف تحدیث نعمت کے طور پر کہتے ہیں تو بجا کہتے ہیں کہ:

"..........اور جہاں تک ایک غلط اور مصنوعی تاریخ کی زد سے عصر حاضر کے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور انہیں بچانے کا کام ہے، تو یہ خدمت اس خادم ناکارہ کے حصے میں آئی ہے۔ زلزلہ اور زیر و زبر جیسی دستاویزی کتابیں اسی ضرورت کا دوسرا نام ہے۔" ۲

۱۔ محررہ ۶ رفروری ۱۹۹۸ء از کراچی، پاکستان

۲۔ تقدیم "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"، ص: ۳۰

اسی کے ساتھ قائدِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ نے بارگاہِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی میں اپنی عقیدتوں کا خراج گاہے بگاہے اپنے نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر بھی منتقل کیا ہے۔ان میں بعض تو فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھی جانے والی شہرہ آفاق کتابوں کے مقدمات کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے ..... بعض مستقل مضامین کے پیرایۂ بیان میں ملک و بیرونِ ملک کے مذہبی اخبارات و جرائد کی زینت بنے.......اور بعض وہ ہیں جو فاضل بریلوی کے حوالے سے منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنسوں میں مقالات کی صورت میں پڑھے گئے۔

زیرِ نظر مجموعہ "تجلیاتِ رضا" دراصل انہیں بکھرے ہوئے قلمی نوادرات کا ایک مہکتا ہوا گلدستہ ہے۔میں نے اپنی بساط بھر یہ کوشش کی کہ انہیں کسی حد تک ایک ایسی ترتیب کے بندھن میں پرودوں کہ یہ "ایک کتاب" کی صورت اختیار کر لے۔اسی جذبے میں کہیں کہیں میں نے اپنے چند جملوں کا پیوند لگا کر انہیں ایک دوسرے سے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے۔میرا یہ اضافہ کسی مضمون کے داخل میں نہیں بلکہ ابتداء میں ہے، جسے والد گرامی علیہ الرحمہ کی تحریر سے ممتاز کرنے کے لیے میں نے اس کا رسم الخط بھی احتیاطاً دوسرا اختیار کیا ہے۔

حوالوں کی تخریج کے ساتھ ساتھ انہیں دورِ جدید کے تقاضے کے مطابق ہر صفحہ کے نیچے لکھ دیا گیا ہے۔

چونکہ یہ مجموعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات اور ان کے فضائل

وکمالات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتا ہے، اس لیے موضوع کی مناسبت سے فاضل بریلوی کی حیات وخدمات کا ایک اجمالی خاکہ اختصار کے ساتھ اس کتاب کے شروع میں "تعارف امام احمد رضا فاضل بریلوی" کے عنوان سے میں نے لکھ دیا ہے تا کہ ایک اجنبی کے لیے آنے والے صفحات میں مرقوم مقالات ومضامین کی تفہیم کسی قدر سہل ہو جائے۔

ہر "ترتیب شدہ مجموعہ" کی طرح میں یہاں بھی یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ممکن ہے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کا فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھا ہوا کوئی مضمون اس میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو میں سراپا ملتجی ہوں کہ احباب اس تک میری رسائی ممکن بنانے میں تعاون فرمائیں تا کہ آئندہ اڈیشن میں اسے شامل اشاعت کیا جا سکے۔

؎ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غلام زرقانی

(جانشین قائد اہل سنت)

ہیوسٹن ۲/اگست، ۲۰۰۵ء

تقدیم

امام احمد رضا فاضل بریلوی

ایک اجمالی تعارف

بقلم ڈاکٹر غلام زرقانی

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے فضائل وکمالات، وسعت اطلاع، اصابت رائے، فکری بصیرت، علمی وتحقیقی افادات، ادبی ولسانی شاہکار، فقہی رموز ونکایات کی نقاب کشائی پر کمال قدرت اور بیشتر علوم وفنون پر بے پناہ تبحر علمی نے برصغیر ہند و پاک ہی نہیں پورے عالم اسلام کو یکساں متاثر کیا ہے۔

موصوف کو کئی علوم وفنون پر ملکۂ راسخہ حاصل تھا۔استاذی الکریم عمدۃ العقلاء حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی کے خوبصورت پیرایۂ بیان میں:

"......... اس چودھویں صدی کے امام نے چودھویں کے چاند کی طرح چمک کر پورے کرۂ ارض کو منور فرما دیا۔دور حاضر کا وہ کون سا فن ہے کہ جس میں انہیں

ملکۂ راسخہ دسترس کامل اور مہارت تامہ نہیں۔ " ۱

اپنے وقت کی ایسی عبقری شخصیت کے تعارف کے لیے یوں تو سینکڑوں صفحات بھی ناکافی ہوں گے، لیکن اس مجموعہ کی مناسبت سے کسی قدر اجمالی تذکرہ چند ذیلی عناوین کے تحت پیش نگاہ کیا جا رہا ہے۔

ولادت اور کسب علوم :

ایسی گوناگوں اور نابغۂ روزگار شخصیت نے ۱۰ ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی کے مشہور علمی خانوادے میں آنکھیں کھولیں۔ ۲ والد گرامی مولانا نقی علی خان سے تعلیمی زندگی کا آغاز فرمایا اور پھر اپنے عہد کے ممتاز ترین اساتذہ فن، محدثین اور فقہاء سے کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ ان علماء کرام کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا نقی علی خان بریلوی

۲۔ حضرت شیخ احمد بن زین دحلان مکی

۳۔ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی

۴۔ شیخ حسین بن صالح

۵۔ مولانا عبدالعلی رام پوری

۶۔ شاہ ابوالحسین احمد نوری

۱۔ علم الابعام والاجرام میں فاضل بریلوی کا تفرد، جام نور دہلی، جنوری ۲۰۰۳ء

۲۔ حیات اعلی حضرت: علامہ ظفر الدین رضوی، ج:۱، ص:۱۰۲، ناشر: مسجد نور الاسلام بولٹن یوکے، ت: غ، ایڈیشن: ۱، مط: غ

۸۔ مرزا غلام قادر بیگ ۱

فاضل بریلوی اپنی محیر العقول فطری ذہانت وفطانت کی وجہ سے نہایت کم سنی میں فارغ التحصیل علماء کی صف میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ خود رقمطراز ہیں:

" میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے۔ اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا تھا۔ اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے۔ " ۲

فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اساتذہ کرام اور اپنے ذاتی مطالعہ، امعان نظر اور فطری صلاحیت کی بنیاد پر ۵۵ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ جن کا تذکرہ تحدیث نعمت کے طور پر خود ہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ۱۔علم القرآن، ۲۔علم الحدیث، ۳۔اصول حدیث، ۴۔فقہ حنفی، ۵۔کتب فقہ جملہ مذاہب، ۶۔اصول فقہ، ۷۔جدل مہذب، ۸۔علم تفسیر، ۹۔علم العقائد والکلام، ۱۰۔علم نحو، ۱۱۔علم صرف، ۱۲۔علم معانی، ۱۳۔علم بیان، ۱۴۔علم بدیع، ۱۵۔علم منطق، ۱۶۔علم مناظرہ، ۱۷۔علم فلسفہ، ۱۸۔علم تکسیر، ۱۹۔علم ہیات، ۲۰۔علم حساب، ۲۱۔علم ہندسہ، ۲۲۔قرأت، ۲۳۔تجوید، ۲۴۔تصوف،

۱۔ عبقری الشرق: پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ص:۶، ن: ادارہ مسعودیہ کراچی، ت: ۱۹۹۷ء، ط:۱، مط:غ

۲۔ الاجازۃ الرضویۃ: امام احمد رضا خان، مشمولہ رسائل رضویہ، ج:۲، ص: ۳۰۹، مط:لاہور، ت: ۱۹۷۶ء، ن:غ

۲۵۔سلوک، ۲۶۔اخلاق، ۲۷۔اسماء الرجال، ۲۸۔سیر، ۲۹۔تاریخ، ۳۰۔لغت، ۳۱۔ادب مع جملہ فنون، ۳۲۔ارثماطیقی، ۳۳۔جبر ومقابلہ، ۳۴۔حساب ستینی، ۳۵۔لوغارثمات، ۳۶۔علم التوقیت، ۳۷۔مناظر ومرایا، ۳۸۔علم الاکر، ۳۹۔زیجات، ۴۰۔مثلث کروی، ۴۱۔مثلث مسطح، ۴۲۔ہیاۃ جدیدۃ، ۴۳۔مربعات، ۴۴۔جفر، ۴۵۔زائرچہ، ۴۶۔نظم عربی، ۴۷۔نظم فارسی، ۴۸۔نظم ہندی، ۴۹۔نثر عربی، ۵۰۔نثر فارسی، ۵۱۔نثر ہندی، ۵۲۔خط نسخ، ۵۳۔خط نستعلیق، ۵۴۔تلاوت مع تجوید، ۵۵۔علم الفرائض۔ "[1]

بات اگر صرف مندرجہ بالا ۵۵ علوم وفنون سے سطحی قسم کی واقفیت کی ہوتی تو یہ چنداں حیران کن نہیں، لیکن حق تو یہ ہے کہ آپ نے ان میں سے اکثر فنون پر اپنی خداداد صلاحیت، باریک بینی اور بے پناہ عرفان وآگہی کے ایسے ایسے مظاہر صفحات قرطاس پر بکھیرے ہیں کہ عقل وخرد کی بلندیاں آپ کے قدموں کا بوسہ لینے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔

فاضل بریلوی اور فقہ حنفی:

فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا تصور جب بھی پردۂ ذہن پر مرتسم ہوتا ہے، وہ ایک نابغۂ روزگار دینی، علمی، تحقیقی، روحانی اور خصوصی طور پر ایک عظیم اور باکمال فقیہ کے پیکر محسوس میں جلوہ آراء دکھائی دیتے ہیں۔ فقہ حنفی میں آپ کی خداداد بصیرت، وسعت اطلاع اور باریک بینی کو اپنے تو اپنے غیر بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔ یقین نہ آئے تو کھلی آنکھوں سے شیخ ابوالحسن علی ندوی کا یہ اعتراف حقیقت پڑھیے

۱۔ دیکھئے عبقری الشرق، ص: ۷،۸

اور فاضل بریلوی کی کثیر الجہات شخصیت کی بلندی کا سراغ لگائیے۔

"......كان عالما متبحرا، كثير المطالعه، واسع الاطلاع، له قلم سيال وفكر حافل في التأليف..........يندر نظيره في عصره في الاطلاع على الفقه الحنفي وجزئياته......." [1]

ترجمہ: موصوف متبحر عالم، کثرت مطالعہ کے خوگر اور گنجینۂ معلومات تھے۔ تصنیف و تالیف کے لیے آپ کی فکر اور قلم سیل رواں کی شکل اختیار کر لیتے۔......فقہ حنفی اور اس کے دقائق پر کمال قدرت کے حوالے سے وہ اپنے زمانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے............

اسے کہتے ہیں عظمت و افتخار کی سربلندی! کہ جس کے آگے دشمن بھی سرنگوں ہونے پر مجبور ہو جائے۔ اور رہی بات اپنوں کی تو حجاز مقدس کے مشہور عالم سید اسمٰعیل خلیل نے جب آپ کے عربی فتاوے دیکھے تو فکر کی گہرائی، تعبیر کی دلکشی اور دلائل کے انبار دیکھ کر ششدر رہ گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے:

"والله أقول والحق أقول لو راٰها أبو حنيفة النعمان لأ قرت عينيه وجعل مؤلفها من جملة الأصحاب۔" [2]

ترجمہ: خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر ان فتاوی کو امام ابو حنیفہ

۱۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر: شیخ عبد الحی ندوی، اضافہ: شیخ ابو الحسن علی ندوی، ج:۸، ص:۵۲، ن: طیب اکادمی، مط: غ، ت: ۱۹۹۳ء

۲۔ الاجازۃ المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ: امام احمد رضا خان، مشمولہ رسائل رضویہ، ج:۲، ص:۲۵۸، ت:۱۹۷٦ء

دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور وہ صاحب فتاوی کو اپنے شاگردوں میں شمولیت کا پروانہ عطا کر دیتے۔

فقہ کا امام اعظم جسے اپنی ہم نشینی سے سرفراز ہونے کی مہلت عطا کرے، وہ کوئی عام سطحی معلومات کا حامل ہرگز نہیں ہو سکتا..... وہ تو ان خوش بختوں میں سے ہوگا جن کے فضائل و کمالات، علوم و آگہی، فکر و تدبر اور اصابت رائے کے چرچے چہار دانگ عالم میں پھیلے ہوئے ہوں۔

یہ عقیدت سے مغلوب ہو کر روشنائی کا ناجائز استعمال نہیں بلکہ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آپ کو جو تبحر حاصل تھا، آپ کے فتاوی اس پر روشن دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ موصوف نے نہ صرف پیش کئے جانے والے استفتاء کے جوابات سپرد قلم کئے ہیں بلکہ اپنی مجتہدانہ بصیرت سے مخفی دقائق کی عقدہ کشائی کر کے قلوب و اذہان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اپنے اسلاف اور معاصرین کی تحقیق و جستجو پر دلائل و براہین کے ساتھ معقول اختلاف اور اضافے اس پر مستزاد ہیں۔ ایک قاری یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ فاضل بریلوی نے بعض استفتاء کے جواب میں مستقل رسالہ تصنیف فرما دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں دلائل و براہین کی کثرت سے اپنی فکر کو آراستہ کرنا کوئی مشکل امر نہیں کہ انگشت کی ایک خفیف سی حرکت متعلقہ موضوع کے حوالے سے احادیث، افکار اور آیات قرآنیہ کی بہتات کمپیوٹر کی اسکرین پر جمع کر دیتی ہے، مگر وہ عصر جہاں دلائل و براہین تک رسائی صرف استحضار علمی اور ذہانت و ذکاوت کی بنیاد پر ہی ہو سکتی تھی، ایسے دور میں جب ہم کسی ایک موضوع پر فاضل بریلوی کے قلم سے بیسیوں صفحات پر بکھرے ہوئے احالات دیکھتے ہیں تو آپ

کا تفوق علمی آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

فاضل بریلوی اور محبت رسول :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ایمان ہے کہ یہی بالواسطہ وحدہ لاشریک کی چوکھٹ تک پہنچانے کی راہ ہموار کرتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ:

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ایک صاحب ایمان کے لیے امیر کشور رسالت کے ساتھ والہانہ شیفتگی، دل گرفتگی اور دیوانگی کے جذبات سے لبریز ہونا تعجب خیز امر نہیں، لیکن یہی جذبۂ الفت ومحبت اگر محب کو اسکے اپنے وجود سے بیگانہ کردے اور وہ محبوب کی ہر ادائے دلنواز پر عقیدتوں کا خراج پیش کرتے ہوئے حدیث رسول ﷺ کا ترجمان بن جائے کہ

"حبک الشيء یعمی ویصم" ۱

ترجمہ: کسی چیز کی محبت تمہیں اس کی کمزوری دیکھنے سے اندھا اور عیب سننے سے بہرا کردے۔

تو عشق حقیقی میں گم ہونے کی یہ کیفیت بلاشک وشبہ دولت عظمی، نعمت کبری اور حاصل زندگی سے تعبیر کیے جانے کی مستحق ہے۔ اور کہنے دیا جائے کہ فاضل بریلوی کی حیات طیبہ میں ایسے بے شمار مقامات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، جن کے ہر پہلو سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے دوپہر کی دھوپ کی طرح روشن وتاباں ہیں۔

۱۔ شعب الایمان: امام ابوبکر احمد البیہقی، ج:۱، ص:۳۶۸، نمبر: ۴۱۲، ت: ۲۰۰۰ء، ن: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

دل دیوانہ کی وارفتگی کا یہ دستور دیکھئے تو سہی کہ حملہ اگر اپنی ذات پر ہو تو دفاع کے لیے نہ قلم اٹھتا ہے......نہ فکر میں جولانی کے آثار محسوس رہے ہیں......اور نہ ہی ظاہری کیفیت انتقام کی آگ میں سلگنے کی سرگوشی کر رہی ہے......لیکن جب بات جان جاناں، مرکز عقیدت ومحبت اور قبلۂ عاشقاں کی ہو تو بے چینی اور بے کلی نے دن کا سکون غارت کر دیا ہے اور شب کی نیند آنکھوں سے اچک لی ہے......قلم سیل رواں بن کر اہانت آمیز عبارتوں کا مصنوعی قلعہ زمیں بوس کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے......فکر ونظر کے ہر زاویئے سے قہر وغضب کی چنگاری پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے اور سراپا اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کے دفاع کے لیے ایک وفادار سپاہی کی طرح اپنی ساری توانائیاں نثار کرنے کا جذبۂ صادقہ لیے ہوئے نظر آتا ہے۔

گنے چنے لوگ اگر آپ کی ''سخت مزاجی'' کا شکوہ کرتے ہیں تو انہیں اس بات کا سراغ لگانا چاہیئے کہ طبیعت کی یہ سختی کس کے خلاف اور کس کے دفاع کے لیے تھی؟ دل دیوانہ اگر اپنے محبوب کے واقعی اقدار کی صیانت کے لیے بے قرار ہے تو شکوہ کیسا! یہی تو دستور عشق ومحبت ہے۔

کنز الایمان... ایک عظیم شاہکار

یوں تو قرآن کریم کے بہتر سے اردو تراجم کئے گئے لیکن ان میں فاضل بریلوی کے ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' ہر اعتبار سے ممتاز ترین نظر آتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ:

''......اگر قرآن مجید اردو میں اترا ہوتا تو یہ عبارت اس کے قریب تر ہوتی اور جو فصاحت زبان سے آشنا ہو اسے کہنا پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان وبیان کی بلاغت

اعجاز کی سرحدوں کو چھوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔" [1]

ان مختصر سے صفحات میں فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کی خصوصیات کا کما حقہ جائزہ تو ممکن ہی نہیں، بس دو چار اشارے کیے جاتے ہیں، جن سے یہ آشکار ہو جائے گا کہ دنیا کیوں "کنز الایمان" کو فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا ناقابل تسخیر شاہکار سمجھتی ہے۔ فصاحت و بلاغت کے پس منظر میں یہ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ [2]

ترجمہ: اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

۲۔ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ط [3]

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب۔

۳۔ وَلَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج [4]

ترجمہ: اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔

"کنز الایمان" کو اگر صرف "محض ترجمہ" کا درجہ عطا کیا جائے تو یہ صاحب "کنز الایمان" پر زیادتی ہوگی کہ یہ صرف "ترجمہ" نہیں بلکہ "تفسیری ترجمہ" کے زیادہ قریب ہے۔ آپ ذرا فاضل بریلوی کی انسانی نفسیات پر عقابی نگاہ کا کمال ملاحظہ فرمائیں کہ ترجمۂ قرآن تو قرآن فہمی کی تسہیل کے لیے کیا جاتا ہے، پھر ایسا لفظی

۱۔ محاسن کنز الایمان: پیش لفظ از قلم علامہ غلام رسول سعیدی، ص: ۱۰، ت: غ، ن: فرید بک سٹال

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۱۲

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۹۳

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۱۳۹

ترجمہ جس کی تشریح کے لیے تفسیر کا سہارا لینا پڑے! علمی سرمایہ کے کس خانے میں رکھنے کے قابل ہے؟ قربان جایئے فاضل بریلوی کی مؤمنانہ فراست پر! ترجمہ ایسا فرمادیا کہ قاری بہتیرے تفاسیر سے بے نیاز ہو جائے......اس حوالے سے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ج [1]

ترجمہ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔

بار خاطر نہ ہوتو ذرا اسے دوبارہ پڑھیئے۔ صرف ''اپنے گمان میں'' کے پیوند نے قاری کو بیسیوں صفحات پر پھیلی ہوئی ''تشریح اور تاویل'' پڑھنے کی زحمت سے بچالیا۔

''اسلام'' کا لغوی معنی'' خود سپردگی'' کے ہیں۔ اور'' خود سپردگی'' کا لفظ اپنی ذات میں ''اطاعت وفرمانبرداری'' کا مفہوم بھی پنہاں رکھتا ہے اور اطاعت بغیر ''ادب واحترام'' کے ممکن نہیں۔ لہٰذا کہنے دیا جائے کہ اسلام بالواسطہ ''تعظیم وتوقیر'' کی ترغیب دیتا ہے، جس کا دائرہ کار خدا اور اس کے رسولوں سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ذرا دیکھئے تو سہی! کہ'' کنزالایمان'' نے الوہیت ورسالت کے آداب کا کس قدر خیال رکھا ہے۔ اس حوالے سے چند مثالیں پیش نگاہ کی جارہی ہیں، ملاحظہ فرمائیں؛

۱۔ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ ط وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۔ [2]

ترجمہ: اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ:۴، آیت:۱۴۲

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ:۳، آیت:۵۴

سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

دوسروں نے تو " مَكَرَ اللّٰهُ " کا ترجمہ لفظ "مکر" یا "چال" سے کیا ہے [1]،
لیکن فاضل بریلوی کے ترجمہ نے بارگاہ الوہیت کا احترام رکھتے ہوئے کتنا دلکش
ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ [2]

ترجمہ: اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس
کی راہ نہ پائی۔

فاضل بریلوی نے "لغزش ہوئی" کی تعبیر استعمال کی ہے تا کہ "عصمت
انبیاء" کے متفقہ عقیدہ پر ہلکی سی خراش تک نہ آنے پائے اور انبیاء کرام کی شان میں
گستاخی کا دروازہ کسی طور نہ کھل سکے۔

۳۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا .... [3]

ترجمہ: اور عمران کی بیٹی جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔

دیگر مترجمین نے " فرجھا " کا لغوی ترجمہ کر کے اسے " بازاری لب ولہجہ کے
رنگ میں رنگ دیا ہے۔ [1] اور فاضل بریلوی نے اس کی ایسی حسین تعبیر کی جس سے
مفہوم بھی ادا ہو گیا اور حضرت مریم علیہا السلام کی عظمت وتوقیر کا حق بھی۔

۱۔ دیکھئے: مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا عاشق الٰہی، مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ کی تفاسیر میں اس آیت کا ترجمہ۔

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ:۲۰، آیت:۱۲۱

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ:۶۶، آیت:۱۲

اس مختصر جائزے کے بعد بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے ''کنز الایمان'' کے لبادۂ زرنگار میں قرآن کے مقاصد ومفاہیم کی خوبصورت ترجمانی کے لیے اردو کا دامن مستعار لیا ہے، اب جسے عربی زبان کی شد بد نہ ہو وہ اپنے شب وروز کو ''کنز الایمان'' کے پیکر محسوس میں ڈھال لے، قرآن کا منشا پورا ہو جائے گا........اور یہ کہنا بھی حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ فاضل بریلوی کے نامۂ آثار میں اگر صرف ''کنز الایمان'' ہی ہوتا تو یہی آپ کی رفعت وسربلندی، عبقریت وجامعیت اور عظمت وافتخار پر گواہی کے لیے کافی ہوتا۔

فاضل بریلوی کی شاعری

محبوب کے جلوؤں کی تابانی، ادائے دلنواز کی دلکشی، خدوخال کی رعنائی اور فضائل وکمالات کے اظہار کا منتخبہ پیرایۂ بیان جب اوج ثریا سے ہمکنار ہوتا ہے، تو اسے دیوانے ''نعت'' کے صنف سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ''نثر'' کے قالب میں اظہار بیان تو سمویا جاسکتا ہے لیکن تخیل کی بلندی، فکر کی چاشنی، تعبیر کی دلکشی اور لطیف احساسات کی ترجمانی کے لیے نثر کا دامن بڑا بے وفا ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے مصطفیٰ جان رحمت کے فضائل وکمالات کے لیے نثری پیرایۂ بیان بھی اختیار کیا ہے اور جب محبوب کی محبت میں خود وارفتگی کی کیفیات سے دوچار ہوتے ہیں تو زبان وبیان کا زاویہ اشعار کی جانب منعکس ہو جاتا ہے۔

اس میں دورائے نہیں کہ نعت گوئی شعر کی سب سے مشکل صنف ہے؛ لفظ وبیان کے اعتبار سے بھی اور تعبیر حقائق کے تناظر سے بھی......فاضل بریلوی خود فرماتے ہیں کہ؛

"نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔" ۱

اب یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ جو نعت گوئی کی روح سے واقف ہو، اس کی تخلیقات کا معیار کس قدر بلند و بالا ہوگا...... یہ کہا جاتا ہے کہ کذب بیانی اور تصنع سے اشعار میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ یہ معروف و مقبول فکر فاضل بریلوی کی شاعرانہ عظمت و کمال کی چوکھٹ پر دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہے کہ آپ کی شاعری تصنع، کذب بیانی اور لایعنی افکار و بیان سے یکسر خالی ہے...... جو کہا ہے عین حقیقت اور واقعی کیفیات کی ترجمانی ہے۔

فاضل بریلوی کے کلام کا مجموعہ "حدائق بخشش" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ کہنے کو تو یہ بہت ضخیم نہیں، لیکن "کیف" کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ آپ کے اشعار میں تخیل کی بلند پروازی، جدت تراکیب، افکار کی ندرت اور الفاظ کی نشست و برخاست پر کمال قدرت کے مظاہر جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

سر تا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول ۲

شرم سے جھکتی ہے محراب کے ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست ۳

۱۔ عبقری الشرق، ص: ۳۱

۲۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۳۸، ت: ن ۱۳۲۰ھ، مط: ع، مکتبۃ المصطفیٰ بریلی

۳۔ م ن، ص: ۳۳

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے [۱]

سرور کہوں کہ مالک ومولی کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جان مراد وکان تمنا کہوں تجھے [۲]

فاضل بریلوی عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں شعر کہنے پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ ایک بار جب کسی صاحب نے عربی، اردو، فارسی اور ہندی چاروں زبانوں پر مشتمل شعر کہنے کی فرمائش کی تو مشہور زمانہ نعت ''لم یأت نظیرک فی نظر.....'' لکھ کر اصحاب عقل ودانش کو حیرت زدہ کر دیا۔ اسی طرح واقعہ معراج واسراء کی ایسی خوبصورت منظر کشی اپنے '' قصیدہ معراجیہ'' میں فرمائی کہ قاری مسحور ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے زرنگار قلم سے ظہور پذیر ہونے والے ''سلام'' کا کیا پوچھنا.......آج بھی دنیا کے جس حصے میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے، عاشقان رسول اپنی عقیدتوں کا اظہار اسی سلام سے کرتے ہیں.....کیا خوب کہا ہے؛

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

۱۔ حدائق بخشش، ص: ۸۰

۲۔ م ن، ص: ۷۳

نعت گوئی پر فاضل بریلوی کے ملکۂ راسخہ کو دیکھتے ہوئے جب ہم انہیں تحدیث نعمت کے طور پر کہتے ہوئے سنتے ہیں تو صحیح سنتے ہیں کہ:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضاؔ کی قسم [1]

تحفظ مبادی اسلام اور رد بدعات

بھلائی کی ترغیب اور برائی پر تنبیہ کی اخلاقی ذمہ داری ویسے تو ہر صاحب ایمان سے متوقع ہے، لیکن ایک "عالم دین" اور پھر "مجدد عصر" کے لیے تو یہ اور بھی لازمی جزء بن جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فاضل بریلوی نے اپنے شب و روز کا ہر لحظہ مبادی اسلام کے تحفظ اور بدعات و منکرات کی تردید میں صرف کیے ہیں۔

آپ کے دور میں ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف انداز سے حملے کیے جارہے تھے، جن کا مطمح نظر سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ سرور کائنات کی شان کم کردی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی آپ کو "ایک عام بشر" [2] ثابت کرنے کی نامحمود

۱۔ حدائق بخشش، ص: ۴۰

۲۔ مثال کے طور پر یہ عبارت پڑھیے: "..... یعنی انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاؤ انبیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز ..."
تقویۃ الایمان: مولانا اسمٰعیل شہید، ص: ۴۲، راشد کمپنی دیوبند، محمدی پرنٹنگ پریس دیوبند

کوشش ہو رہی تھی، کبھی "علم غیب مصطفیٰ" ۱؎ پر انگلیاں اٹھائی جا رہی تھیں، کبھی بارگاہ ایزدی میں آپ کی وجاہت سے دانستہ پردہ پوشی کر کے "شفاعت رسول" کا انکار کیا جا رہا تھا، کبھی آپ کے علم پر شیطان کے علم کی برتری ثابت کرنے کی ناپاک جسارتیں کی جا رہی تھیں ۲؎، کبھی چور دروازے سے نبوت کے دعوے کے لیے راہ ہموار کی جا رہی تھی ۳؎، اور حد تو یہ ہے کہ وحدہٗ لاشریک کے حوالے سے "امکان کذب" کا تصور پیش

۱۔ مثال کے طور پر زہر میں ڈوبی ہوئی یہ تحریر پڑھیے: "......اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے........"

حفظ الایمان مع بسط البنان: مولانا اشرف علی تھانوی، ص:۸، ت:غ، مط:غ، ط:غ، کتب خانہ اعزازیہ سہارنپور۔

۲۔ مثال کے طور پر شیخ رشید احمد گنگوہی کی یہ عبارت پڑھیے: "....شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے......"

البراہین القاطعۃ: مولانا رشید احمد گنگوہی، ص:۵۵، ت:غ، مط:غ، ط:غ، کتب خانہ امدادیہ

۳۔ اسے پڑھیے: "....عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں......"

تحذیر الناس: مولانا محمد قاسم نانوتوی، ص:۳، ت:غ، مط:غ، ط:غ، کتب خانہ امدادیہ دیوبند

اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"......اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا........" م ن، ص: ۲۴

کر کے بھولے بھالے مسلمانوں پر اپنی علمی دھاک بیٹھانے کی مذموم کوشش ہو رہی تھی۔[1] ....ایسے پراگندہ ماحول میں اسلامی عظمت و برتری کا چہرہ مسخ کرنے والی ہر تحریک سے فاضل بریلوی نبرد آزما ہے اور دامن اسلامی کو داغدار ہونے سے بچا کر ہمیں دین کی صحیح شکل سے بہرہ مند ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔

ایک طرف فاضل بریلوی اپنی خداداد صلاحیتوں اور کمال دانشمندی کے ساتھ ان باطل افکار اور خود ساختہ نظریات کی بنیادیں متزلزل کر رہے تھے اور دوسری طرف اسلامی معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات و منکرات کے شیش محل میں اپنے نوک قلم سے نقب زنی کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ خواہ وہ غیر اللہ کے لیے "سجدہ تعظیمی"[2] کا رواج ہو یا عورتوں کی مزارات پر حاضری کی بحث[3]، شادی میں آتش بازی کا چلن ہو[4]،

۱۔ عدل و انصاف کی نظر سے گستاخانہ لب و لہجہ میں ڈوبی ہوئی یہ عبارت پڑھیے: "..........پس لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد......والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی.........."

یک روزہ: مولانا محمد اسمٰعیل شہید، ص: ۱۷، ت: غ، سط: غ، ط: غ، فاروقی کتب خانہ بکسیلرز

ترجمہ: .....پس ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کذب مذکور محال ہے........فرشتوں اور انبیاء سے کذب بیانی اللہ کی قدرت سے خارج نہیں، ورنہ تو لازم آئے گا کہ انسان کی صلاحیت اللہ کی قدرت سے زیادہ ہو جائے.......

۲۔ فاضل بریلوی نے سجدہ تعظیمی کے رد میں "الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية" لکھا۔

۳۔ عورتوں کی مزارات پر حاضری کے خلاف "جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور" تصنیف فرمایا۔

۴۔ اس کے رد میں "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" لکھا۔

یا مزامیر کے ساتھ قوالی کی پزیرائی [1]، کسی کی موت پر مجلس دعوت کا مسئلہ ہو [2]، یا عورتوں کے غیر محارم کے سامنے ہونے کی بات [3]........فاضل بریلوی نے ان جیسے سارے منہیات شرعیہ کی پوری جرأت کے ساتھ مخالفت کی اور مسلم آبادیوں کو صحیح اسلامی فکر سے آشنا کرنے کی تحریک چلائی۔

فاضل بریلوی کی تصانیف

گذشتہ صفحات میں ضمناً فاضل بریلوی کی بعض تصانیف کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ یہاں اجمالی طور پر ایک نظر از سر نو ڈال لی جائے تا کہ فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا یہ پہلو بھی عیاں ہو جائے۔

فاضل بریلوی کثیر التصانیف تھے۔ آپ کا قلم نہایت سرعت کے ساتھ صفحات کے دامن کو وقیع افکار و خیالات کے گل بوٹے سے منقش کر دیا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ۵۵ علوم وفنون پر ہزار سے زائد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ صرف تعداد کے اعتبار سے ہی نا قابل تسخیر نہیں بلکہ تحقیق و تدقیق کے اعتبار سے بھی بلند پایہ ہیں۔ ابھی حال ہی میں تحقیق، تخریج اور حواشی کے ساتھ آپ کے شہرہ آفاق فتاوی کا مجموعہ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کی طباعت ہوئی ہے جو بڑے

۱۔ فاضل بریلوی نے اس کے رد میں "مسائل سماع" تصنیف فرمایا۔

۲۔ اس مسئلہ پر "جلی الصوت لنھی الدعوات امام الموت" لکھا۔

۳۔ اس رواج کے رد میں "مروج النساء لخروج النساء" تصنیف فرمایا۔

نوٹ: میں نے مندرجہ بالا عناوین پر تمثیلاً صرف ایک ہی رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ بعض مسائل میں تو ایک سے زیادہ رسائل ملتے ہیں۔

سائز کے ۲۶ مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ جد الممتار ،حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ، الدولة المکیة، کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم، سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ،انوار الانتباه فی حل نداء یا رسول الله ،فتاویٰ افریقه، قهرالدیان علی مرتد بقادیان، الامن والعلیٰ،انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی،لمعة الضحی فی اعفاء اللحیٰ ، فوز مبین ، الرسائل الرضویه ، الکلمة الملهمة،منیر العینین فی تقبیل الابهامین ،مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید، الزبدة الذکیة فی تحریم سجود التحیة ،تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین،شمائم العنبر فی آداب النداء امام المنبر، البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة ، فتاوی الحرمین ،الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ،مبین الهدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ ، چراغ انس، صنائع بدیعة ، حدائق بخشش،دیوان القصائد اوراکسیر اعظم وغیرہ۔[۱]

غروب آفتاب

علم وآگہی کا یہ آفتاب ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو ۲ بجے دن میں غروب ہوگیا [۲]۔ اس طرح آپ تقریباً ۶۵ سال اس دنیا میں

۱۔آپ کی تصانیف کی تفصیلات کے لیے" حیات اعلیٰ حضرت: ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری، ج:دوم، ص: ۵۰۔

۲۔ م ن، ج: ۳، ص: ۲۹۵

رہے اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک دین اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے۔ بریلی شہر کے محلہ سوداگراں میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار پاک آج بھی مرجع خلائق ہے۔

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

مرتب

امام احمد رضا بریلوی

کے عشق رسول ﷺ

کی

ایک جھلک

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ حقیقی عشق کا تقاضا یہ ہے کہ محب نہ صرف اپنے محبوب کے جلوہ جہاں آراء، فضائل وکمالات اور ہر ادائے دلنواز پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا جذبہ دروں اپنے نہانخانۂ دل میں جوان رکھے، بلکہ وہ ہر اس چیز سے بھی محبت کرے جسے محبوب کی ذات سے ادنی سی بھی نسبت حاصل ہو جائے۔ اس حوالے سے علامہ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" من اعظامه واکباره ﷺ اعظام جمیع اسبابه...."

(شفا شریف، ج: ۲، ص: ۴۴)

ترجمہ: حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور ﷺ سے نسبت رکھتی ہیں، ان کی بھی تعظیم کی جائے ......

اتنی تمہید کے بعد فاضل بریلوی کے ذریعہ ایک سید زادے کی تعظیم وتوقیر کا یہ واقعہ دیدۂ عبرت سے پڑھیئے۔

مرتب

اپنے عہد طالب علمی کی وہ خوشگوار شام میں کبھی نہیں بھولوں گا
جب کہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے صدر دروازے پر میں کھڑا تھا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک
بوڑھا دیہاتی میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور ہانپتے ہوئے دریافت کیا۔

" مبارکپور میں کوئی بہت بڑا مدرسہ ہے۔ اس کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ لیکن اتنا یاد ہے کہ بریلی کے جس مولانا صاحب نے تیرہ سو برس کے اسلام کا چہرہ باطل پرستوں کے اڑائے ہوئے غبار سے صاف کیا ہے، وہ مدرسہ انہیں کے مسلک کا حامی ہے۔ "

اس واقعہ کو بیس سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن آج سوچتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ اس بوڑھے انسان کے ہیکل میں فطرت خود بول رہی تھی۔ بریلی کے ان ہی مولانا صاحب کی کیف بار زندگی کا ایک رخ اس مضمون میں پڑھیے۔

پرانے شہر بریلی کے ایک محلہ میں آج صبح ہی سے ہر طرف چہل پہل تھی۔ دلوں کی سرزمین پر عشق رسالت کا کیف وسرور کالی گھٹاؤں کی طرح برس رہا تھا۔ بام و در کی آرائش، گلی کوچوں کا نکھار، رہ گزاروں کی صفائی اور دور دور تک رنگین جھنڈیوں کی بہار ہر گزرنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

بالآخر چلتے چلتے ایک راہگیر نے دریافت کیا..... آج یہاں کیا ہونے والا ہے؟

کسی نے جواب دیا..... دنیائے اسلام کی عظیم ترین شخصیت، دین کے مجدد، اہل سنت کے امام، عشق رسالت کے گنج گرانمایہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آج یہاں تشریف لانے والے ہیں۔ انہیں کے خیر مقدم میں یہ سارا اہتمام ہو رہا ہے۔

پھر اس نے فوراً ہی دوسرا سوال کیا..... کہاں سے تشریف لائیں گے وہ؟

کسی نے جلدی سے گزرتے ہوئے جواب دیا..... اسی شہر کے محلہ سوداگران سے۔

جواب سن کر وہ حیرت سے منہ تکتا رہ گیا۔ دیر تک کھڑا سوچتا رہا کہ آنے والا اسی شہر

سے آرہا ہے۔وہ آنا چاہے تو ہر صبح وشام آسکتا ہے۔مسافت بھی کچھ اتنی طویل نہیں ہے کہ وہاں سے آنے والے کو کوئی خاص اہمیت دی جائے اور ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اس کے خیر مقدم کا شاندار اہتمام کیا جائے۔

آخر لوگوں کے سامنے اپنے دل کی اس خلش کا اظہار کئے بغیر اس سے نہ رہا گیا۔ایک بوڑھے آدمی نے ناصحانہ انداز میں اسے جواب دیا..........بھائی! پہلے تو یہ سمجھ لو کہ وہ آنے والا کس حیثیت کا ہے؟......کس شان کی اس کی ہستی ہے؟

اعزاز واکرام کی بنیاد مسافت کے قرب وبعد پر نہیں ہے، بلکہ شخصیت کی جلالت شان اور فضل وکمال کی برتری پر ہے۔

آنے والے مہمان کی زندگی یہ ہے کہ وہ اپنے دولت کدے سے نکل کر یا تو فرائض بندگی کی ادائیگی کے لیے خانۂ خدا میں جاتا ہے، یا پھر جذبۂ عشق کی تپش بڑھ جاتی ہے تو دیار حبیب کا سفر کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اس کی شام وسحر اور شب وروز کا ایک ایک لمحہ دینی مہمات میں اس درجہ مصروف ہے کہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی اسے مہلت نہیں..........اس کے حریم دل پر ہر وقت عشق بے نیاز کا پہرہ کھڑا رہتا ہے..............ہزار انداز دلربائی کے باوجود آج تک خیال غیر کو باریابی کی اجازت نہیں مل سکی ہے..........اس کی نوک قلم کا ایک ایک قطرہ فکر واعتقاد کی جنتوں میں کوثر وتسنیم کی طرح بہہ رہا ہے..........اس کے خون جگر کی سرخی سے ویرانوں میں دین کے گلشن لہلہا اٹھے ہیں.........اس کے عرفان وآگہی کی داستان چمن چمن میں پہنچ گئی ہے اور لوح وقرطاس سے گزر کر اب اس کے علم ودانش کا چراغ کشور دل کے شبستانوں میں جل رہا ہے۔

عشق و ایمان کی روح اس کے وجود کی رگ رگ میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ اپنے محبوب کی شوکت جمال کے لیے وہ ہر وقت بے چین رہتا ہے.........اس کے جگر کی آگ کبھی نہیں بجھتی.........اس کے دل کا دھواں کبھی بند نہیں ہوتا اور نقش ونگار جاناں کے لیے اس کے قلمدان کی روشنائی کبھی خشک نہیں ہوتی........پلکوں کا قطرہ ڈھلکنے نہیں پاتا کہ اس کی جگہ آنسوؤں کا نیا سیلاب امنڈنے لگتا ہے۔

وہ اپنے محبوب کے وفاداروں پر اس درجہ مہربان ہے کہ قدموں کے نیچے دل بچھا کر بھی وہ اہتمام شوق کی تشنگی محسوس کرتا ہے۔

اور جہاں اہل ایمان کے لیے وہ لالہ کے جگر کی ڈھنڈک ہے، وہیں اہل کفر کی بغاوت کے حق میں وہ غیض وغضب وجلال کا ایک دہکتا ہوا انگارہ ہے۔ اپنے محبوب کے گستاخوں پر جب وہ قلم کی تلوار اٹھاتا ہے تو انگلیوں کی ایک جنبش پر تڑپتی ہوئی لاشوں کا انبار لگا جاتا ہے۔ باطل کے جگر میں اس کے نشتر کا ڈالا ہوا شگاف زندگی کی آخری ہچکیوں تک مندمل نہیں ہوتا۔

اور سن لو! وہ اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف کر سکتا ہے، لیکن محبوب کی حرمت سے کھیلنے والوں کے لیے اس کے یہاں صلح و درگزر کی کوئی گنجائش نہیں ہے دوستی کا پیمان تو بڑی چیز ہے، وہ تو ان دشنام طرازوں سے ہنس کر بات کرنا بھی ناموس عشق کی توہین سمجھتا ہے۔

بارگاہ رب العزت اور شان رسالت میں اس کا ذوق احترام وادب اس درجہ لطیف ہے کہ متکلم کی قصد ونیت سے قطع نظر وہ الفاظ کی نوک پلک پر بھی شرعی تعزیرات کا پہرہ بٹھاتا ہے۔ ہوائے نفس کی دبیز گرد کے نیچے چھپ جانے والی شاہراہ

حق کو اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ اس نے واضح کر دیا ہے کہ اب اہل عرفان کی دنیا بیک زبان اسے "مجدد" کہتی ہے۔ فرش گیتی پر رحمت و فیضان کے چشموں کی طرف بڑھنے والوں کے لیے اب درمیان میں کوئی دیوار حائل نہیں ہے۔ طلسم فریب کی وہ ساری فصیلیں ٹوٹ کر گر گئی ہیں، جو شیاطین کی سربراہی میں جادہ عشق کے مسافروں کو واپس لوٹانے کے لیے کھڑی کی گئی تھیں۔

اس کے فکر ونظر کی اصابت، علم وفن کا تبحر، فضل وکمال کی انفرادیت، شریعت وتقویٰ کا التزام، مجد و شرف کی برتری، تجدید وارشاد کا منصب امامت اور دین وسنت کے فروغ کے لیے اس کے دل کا عشق واخلاص سارے عرب وعجم نے تسلیم کر لیا ہے۔

وہ اپنے زمانے کا بہت بڑا سخنور بھی ہے، لیکن آج تک کبھی اس کی زبان اہل دنیا کی منقبت سے آلودہ نہیں ہوئی۔ وہ بھری کائنات میں صرف اپنے محبوب مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وسرائی سے شادکام رہتا ہے۔

وہ اپنے کریم آقا کی گدائی پر دونوں جہاں کا اعزاز نثار کر چکا ہے۔ دنیا کے ارباب ریاست صرف اس آرزو میں بارہا اس کی چوکھٹ تک آئے کہ اپنے حضور میں صرف باریاب ہونے کی اجازت دے دے، لیکن زمانہ شاہد ہے کہ ہر بار انہیں شکستہ خاطر ہو کر واپس لوٹنا پڑا۔

بوڑھے آدمی نے جذباتی انداز میں اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا....

" اب تم ہی بتاؤ کہ اپنے وقت کی اتنی عظیم وبرتر شخصیت جس کی دینی وعلمی شوکتوں کا پرچم عرب وعجم میں لہرا رہا ہے اور جسے عشق ... کی وارفتگی نے دونوں جہاں سے چھین

لیا ہو، آج اگر وہ یہاں قدم رنجہ فرمانے کے لیے مائل کرم ہے تو کیا یہ ہماری قسمتوں کی معراج نہیں ہے؟ پھر اگر ہم اس کے خیر مقدم کے لیے اپنے دلوں کا فرش بچھا رہے ہیں تو اپنے جذبۂ شوق کے اظہار کے لیے اس سے زیادہ خوشگوار موسم اور کیا ہو سکتا ہے۔"

بوڑھے آدمی کی طویل گفتگو ختم ہو جانے کے بعد اس اجنبی راہ گیر کے چہرے کا اتار چڑھاؤ اس پر چھائے گہرے حیرت و مسرت کی نشاندہی کر رہا تھا۔

امام اہل سنت کی سواری کے لیے پالکی دروازے پر لگا دی گئی تھی۔ سینکڑوں مشتاقان دید انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے۔ عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرۂ انور سے فضل و تقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بےخودی کا عالم طاری تھا گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا۔

پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ آگے پیچھے داہنے بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔

پالکی ابھی تھوڑی ہی دیر چلی تھی کہ امام اہل سنت نے آواز دی۔

"پالکی روک دو۔"

حکم کے مطابق پالکی روک دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔

امام اہل سنت اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے، کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

" کیا آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں ہے؟.........اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے ....میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ "

اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔

بے نوائی، آشفتہ حالی اور گردش ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

مزدور سے کام لیا جاتا ہے۔ ذات پات نہیں پوچھا جاتا۔ آہ! آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔

سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں، جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا، اس لیے آل رسول ہونے سے انکار نہیں ہے، لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں۔ کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بناؤں۔ پالکی اٹھانے والوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز صبح سے ان کے جھنڈ میں آ کر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لیکر اپنے بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔

ابھی اس کی بات تمام نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی

تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔

ہائے غضب ہوگیا۔ جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنین اسی لیے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟ آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جارہا ہے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے، بالکل اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کردینے کا اقرار کرالینے کے بعد امام اہل سنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے، اس لیے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں گا۔

اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ وفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم و فضل، جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودیٔ حبیب کے لیے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔

شوکت عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے..........کدورتوں کا غبار چھٹ گیا........غفلتوں کی آنکھ کھل گئی..........اور دشمنوں کو بھی ماننا پڑا کہ آل رسول کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت و اخلاص کا یہ عالم ہے، رسول کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اہل انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ نجد سے لیکر سہارنپور تک رسول کے گستاخوں کے خلاف احمد رضا کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں منا سکتا۔ وفا پیشہ دل کا یہ غیظ ایمان کا بخشا ہوا ہے، نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل

گل سے چمن چمن سے صبا اور صبا سے ہم

عقائد وایمان کی پختگی کے لیے

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

کی

تصانیف کا مطالعہ کیجئے

رابطہ کا پتہ

۱۔ دارالکتاب مٹیا محل جامع مسجد دہلی
۲۔ مکتبہ جام نور مٹیا محل جامع مسجد دہلی
۳۔ کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی
۴۔ رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی
۵۔ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی یوپی

فن تفسیر میں

امام احمد رضا بریلوی

کا

مقام امتیاز

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اجمالی تعارف کے ذیل میں آپ نے ”کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن“ کے محاسن کا ایک رخ دیکھا تھا۔ اسی حوالے سے قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ کا یہ فکر انگیز مضمون آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مقالہ آپ نے کراچی میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس میں پڑھا تھا۔

اس مقالے میں کنزالایمان کے چند ایسے گوشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے جن پر پردا پڑا ہوا تھا۔

مرتب

کنزالایمان کا مطالعہ........تین رخ سے

صدر اجلاس و معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کے زیر اہتمام آج کے اس مبارک اجتماع میں ہم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اردو ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کے محاسن کا تین رخ سے جائزہ لینا چاہتے ہیں تاکہ یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ فکر، تعبیر اور زبان کے رخ سے دوسرے اردو تراجم کے درمیان کنزالایمان کا مقام امتیاز و اعتبار کیا ہے۔

پہلا رخ..............ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت

دوسرا رخ...........ترجمے میں اختصار اور جامعیت

تیسرا رخ...........شگفتہ زبان

اس مختصر تمہید کے بعد اب آیئے "ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت" کے رخ سے ہم کنزالایمان کا ایک علمی اور فکری جائزہ لیں۔ اس عنوان پر

نمونے کے طور پر ہم کنز الایمان سے صرف پانچ مقامات کی نشاندہی کریں گے۔ اسی کے ساتھ کنز الایمان کا دوسرے تراجم کے ساتھ ایک تقابلی خاکہ بھی پیش کریں گے تاکہ کنز الایمان کے فاضل مترجم کی فکری بصیرت، فن تفسیر میں رسوخ، ذہنی استحضار اور قرآن کے نصوص و مضمرات اور اسلوب بیان پر ان کا گہرا مطالعہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

پہلا رخ

ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت

پہلا مقام

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾

اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں کیا ہے۔

"بے شک جو کافر ہو چکے ہوں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لاویں گے"

مولانا محمود الحسن صاحب نے ترجمہ یوں کیا ہے۔

" بیشک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں، برابر ہے ان کو ڈرایئے یا نہ ڈرایئے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ "

مولانا فتح محمد جالندھری نے ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

" جو لوگ کافر ہیں، انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لانے کے۔ "

ان سارے ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ کافروں تک کلمۂ حق کی دعوت پہنچائی جائے یا نہ پہنچائی جائے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان ترجموں پر کوئی بھی اسلام کا معاند دو طرح کا اعتراض کر سکتا ہے۔

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ جب کافروں کے لیے نصیحت و انذار بالکل بے نتیجہ ہے تو پھر اسلام میں ایک تبلیغی نظام کے قیام کا کیا مقصد ہے؟ اور جب وہ حسب فرمان خداوندی ایمان ہی نہیں لائیں گے تو کافروں میں تبلیغ و دعوت کی اب ضرورت کیا ہے؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں لاکھوں کافروں کو دعوت و انذار اور معجزات و کرامات کے ذریعہ جو ایمان لاتے دیکھا گیا ہے، تو ان واقعات کا تعلق لَا یُؤْمِنُوْنَ کے ساتھ کیونکر جوڑا جا سکتا ہے۔ کیا معاذ اللہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کافروں نے ایمان لا کر آیت کی تکذیب کر دی۔

معزز حضرات! یہ دونوں اعتراض یہاں صرف اس لیے وارد ہوئے کہ مترجمین نے قرآن حکیم کے مضمرات کو نظر انداز کر دیا۔ اگر انہوں نے ایمان نہ لانے والے کافروں کے گروہ کو کسی لفظ سے ممیز کر دیا ہوتا تو آیت کی مراد بالکل واضح ہو جاتی۔ یہ ذمہ داری بہر حال انہی حضرات کی تھی کہ قرآن کے اسلوب بیان اور اصول

مضمرات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ کا تعلق کس طرح کے کافروں کے گروہ سے ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب آیئے امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ انہوں نے ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کو کس طرح ملحوظ رکھا ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

" بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے، انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان لانے کے نہیں۔ "

انصاف کیجئے! صرف ایک لفظ نے قرآن کی مراد کو اس طرح واضح کر دیا کہ اب کسی بھی معاند کے لیے اعتراض کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اسلام کا تبلیغی نظام بھی اپنی جگہ برقرار اور بامقصد رہا، دعوت و تبلیغ کا دروازہ بھی بند نہ ہوا اور جو کافر ایمان لے آئے انہیں لَا يُؤْمِنُوْنَ کی تکذیب کے لیے پیش کئے جانے کے امکانات کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ کیونکہ ایمان لانے کے بعد ان کے حق میں یہ بات متحقق ہو گئی کہ ان کی قسمت میں کفر نہیں تھا۔ اور دعوت و تبلیغ کا دروازہ یوں کھلا رہا کہ داعی کو کسی بھی کافر کی قسمت کا حال معلوم نہیں، اس لیے ہر کافر تک کلمۂ حق کی دعوت اس نے اس امید پر پہنچائی کہ شاید یہ ایمان قبول کر لے، کیونکہ داعی کے ذمہ صرف دعوت و ابلاغ ہے وہ نتیجے کا ذمہ دار نہیں۔

اب اس مقام پر آپ ہم سے ایک سوال کر سکتے ہیں کہ کنز الایمان کے مصنف نے "قسمت" کا لفظ کہاں سے نکالا ہے، جب کہ آیت میں کوئی لفظ اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتا۔ میں عرض کروں گا کہ اگرچہ لفظاً کوئی دلالت نہیں ہے، لیکن اس کے

سیاق میں یہ مفہوم ضرور چھپا ہوا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے بعد ہی ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ...... ﴾ کی آیت آرہی ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کردی ہے۔ یہاں "مہر کرنے" کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ان سے سمجھنے اور سننے کی قوت سلب کرلی ہے، بلکہ یہ ان کی اس حالت کی ایک تعبیر ہے کہ کفر ان کے دلوں میں اس طرح راسخ ہوگیا ہے کہ اب ان کے اندر حق سننے اور حق کے سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رہی۔ اور دعوت حق کے انکار میں ان کے دل اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ ہدایت کے تمام راستے انہوں نے اپنے اوپر بند کرلیے۔ اس طرح اب کفر ان کا مقدر بن گیا۔ اسی مفہوم کو کنزالایمان کے مصنف نے اس فقرے میں ادا کیا کہ "جن کی قسمت میں کفر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔"

دوسرا مقام

تحویل قبلہ کے سلسلے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ ملاحظہ فرمایئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ ﴾

اس آیت کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے۔

" اور جس (سمت) قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے اور

کون پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ "

اور مولانا محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے۔

" اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔ "

مندرجہ بالا دونوں ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو معاذ اللہ مستقبل کا علم نہیں ہے، کیونکہ ان ترجموں سے نہایت صراحت کے ساتھ یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے پہلے خدا کو علم نہیں تھا کہ قبلہ بنائے جانے کے بعد کون رسول کی پیروی کرے گا اور کون منحرف ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ سب کا عقیدہ ہے کہ " عالم الغیب " ہونے کی حیثیت سے خدا کو ہر اس بات کا علم ہے جو اب تک واقع نہیں ہوئی، اور اسی کا نام " علم غیب " ہے۔

حضرات! ان ترجموں پر یہ اعتراض اس لیے وارد ہوا کہ مترجمین نے لِنَعْلَمَ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف دھیان نہیں دیا کہ خدا کے لیے کسی واقعہ کا علم اس کے واقع ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ پیروی کرنے والوں اور منحرف ہونے والوں کا علم اسے اس وقت بھی تھا جب کہ بیت المقدس قبلہ نہیں بنا تھا۔

اتنی تفصیل کے بعد اب آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمایئے اور غور فرمایئے کہ خدا کے عالم الغیب ہونے کی صفت کو انہوں نے کس طرح ملحوظ رکھا ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

" اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے، وہ اسی لیے ہم نے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ "

انصاف فرمائیے! صرف ایک لفظ نے ترجمے کو کتنا مؤدب اور باشرع بنا دیا ہے۔ اس ترجمے کا حاصل یہ ہے کہ علم تو خدا کو پہلے ہی سے تھا کہ قبلہ بن جانے کے بعد کون رسول کی پیروی کرے گا اور کون الٹے پاؤں پھر جائے گا، لیکن قبلہ بن جانے کے بعد وہ دیکھنا بھی چاہتا ہے کہ کون تابعداری کرتا ہے اور کون منحرف ہوتا ہے۔ یوں بھی کسی واقعہ کو دیکھنے کا مفہوم، واقعہ کے واقع ہونے پر ہی صادق آتا ہے، لیکن کسی واقعہ کے ساتھ علم کا تعلق اس کے واقع ہونے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔

یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ سارے مترجمین میں مولانا مودودی وہ تنہا مترجم ہیں، جنہوں نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی متابعت یا موافقت کی ہے۔ واضح رہے کہ کنزالایمان کی تصنیف واشاعت کی تاریخ "تفہیم القرآن" سے سالہا سال پہلے کی ہے۔ مولانا مودودی کا ترجمہ یہ ہے۔

" پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ "

تیسرا مقام

سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ﴾

اس آیت کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری نے یہ کیا ہے۔

" یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی) مدد کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی، اس میں وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آئی۔ "

مولانا تھانوی کا ترجمہ یہ ہے۔

" یہاں تک کہ جب پیغمبر اس بات سے مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی تو ان کو ہماری مدد پہنچی۔ "

اور مولانا محمود الحسن صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

" یہاں تک کہ جب مایوس ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو پہنچی ان کو ہماری مدد۔ "

یہ سارے ترجمے جس بھیانک اعتراض کی زد پر ہیں، وہ یہ ہے کہ پیغمبروں نے خدا کی مدد اترنے کے سلسلے میں اپنی قوم سے جو وعدہ کیا تھا وہ وحی الٰہی پر مبنی تھا، اس لیے ان کے متعلق یہ کہنا کہ انہیں اپنے بارے میں گمان ہونے لگا کہ وہ سچے نہیں ہیں، یا یہ کہنا کہ ان کے فہم نے وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی کی، یا یہ کہنا کہ وہ خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا.........یہ ساری باتیں رسولوں کی جناب میں سخت تنقیص شان کا موجب ہیں۔ انبیاء اگر اپنے آپ کو سچا نہ سمجھیں تو اپنی قوم سے وہ کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ انہیں سچا سمجھیں۔

اور انبیاء سے اگر وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی واقع ہونے لگے تو پھر تو منصب نبوت کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہ ترجمہ تو وحی الٰہی کے مقصد کی بنیاد ہی کو منہدم کر دیتا ہے کہ رسول خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

معاذ اللہ انبیائے کرام وحی خداوندی کے بارے میں کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ جھوٹ ہے۔ یہ انبیاء و مرسلین کی تنقیص شان ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے ان کی تکذیب بھی ہے۔

اب ان وحشتناک ترجموں کے بعد آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

" یہاں تک کہ جب پیغمبروں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھنے لگے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا تو اس وقت ہماری مدد آئی۔ "

سبحان اللہ! کتنا شائستہ، کتنا مؤدب اور کتنا باحرمت ترجمہ ہے...... اس ترجمے میں اس بات کی پوری صراحت ہے کہ رسولوں کو اگر مایوسی بھی ہوئی تو خدا کی طرف سے نہیں بلکہ ظاہری اسباب کی طرف سے، اور یہ قطعاً کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ اس ایمان افروز ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ غلط سمجھنے کی نسبت قوم کی طرف ہے، انبیاء و مرسلین کی طرف نہیں ہے، جب کہ پچھلے سارے ترجموں میں غلط سمجھنے کی نسبت خود انبیاء و مرسلین کی طرف کی گئی تھی۔ جس سے ان کی عصمت پر حرف آ رہا تھا۔ اس ترجمے سے اگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم نے رسولوں کو جھٹلایا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بدبخت قوموں کا یہ شیوہ ہی رہا ہے کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہے۔ اس سے منصب رسالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ قوموں کی بدبختی ظاہر ہوتی ہے۔

ان سارے مترجمین میں مولانا مودودی وہ تنہا مترجم ہیں جنہوں نے اس آیت کے ترجمے میں امام احمد رضا کی متابعت یا موافقت کی ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

" یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ ان

سے جھوٹ بولا گیا تھا تو یکا یک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی۔ "

غور فرمایئے! اس ترجمے میں بھی جھوٹ یا غلط سمجھنے کی نسبت انبیاء کی طرف نہیں ہے بلکہ قوم کی طرف ہے، جبکہ پچھلے ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء ہی سمجھنے لگے تھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

چوتھا مقام

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۷ ملاحظہ فرمایئے۔

﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾

اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فتح محمد جالندھری اور ڈپٹی نذیر احمد نے یہ کیا ہے۔

" لوگ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ "

ان سارے ترجموں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات نیند اور اونگھ سے پاک ہے، اسی طرح نسیان سے بھی پاک ہے۔ کیونکہ نسیان کا شمار محاسن و کمالات میں نہیں ہوتا، بلکہ نقائص اور عیوب میں ہوتا ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے کہ اللہ کی ذات ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک ہے۔

ان ترجموں پر یہ اعتراض اس لیے وارد ہوا کہ ان مترجمین حضرات نے فَنَسِيَهُمْ کا ترجمہ کرتے وقت یہ قطعاً محسوس نہیں کیا کہ اللہ کی طرف اس لفظ کی نسبت اپنے حقیقی معنیٰ پر نہیں ہے، بلکہ نسیان کے لفظ سے اس کے لازمی معنیٰ مراد ہیں اور وہ

ہے تعلق توڑلینا۔ اس معنیٰ میں بھولنے کا لفظ اردو زبان کے محاورے میں بھی مستعمل ہے۔ انہوں نے اپنی ہی زبان کا محاورہ یاد رکھا ہوتا تو ایسا ترجمہ ہرگز نہیں کرتے جو ذات سبوح قدوس کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب امام احمد رضا کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ موصوف نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا۔"

سبحان اللہ! کتنا شائستہ اور نصوص قرآنی کے مطابق ہے یہ ترجمہ!

"اللہ کو چھوڑنے" کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اطاعت و بندگی سے منہ موڑ لیا اور "اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا تعلق توڑ لیا۔

انصاف فرمائیے! اس ترجمے میں تنزیہہ و تقدیس کا تقاضا جس حسن ادب کے ساتھ پورا کیا گیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

پانچواں مقام

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۱ ملاحظہ فرمائیے۔

﴿ قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ مَكۡرًا ﴾

اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ کیا ہے۔

"کہہ دو اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ"

مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمہ یہ ہے۔

"کہہ دو اللہ بہت جلد کرنے والا ہے مکر"

شاہ رفیع الدین اور مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں ترجمہ کیا ہے۔

"کہہ دو کہ اللہ چالوں میں ان سے بھی بڑھا ہوا ہے"

مولانا عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ یہ ہے۔

"کہہ دے اللہ کی چال بہت تیز ہے"

نہایت قلق کی بات یہ ہے کہ لفظ "مکر" کا ترجمہ کرتے ہوئے ان سارے مترجمین نے نہ لغت کی طرف مراجعت فرمائی اور نہ سلف کی تفسیروں ہی سے استفادہ کیا ہے۔ بس آنکھ بند کر کے "مکر" کا اسی معنیٰ میں ترجمہ کر دیا ہے جن معنوں میں یہ لفظ اردو زبان میں مستعمل ہے۔ ان حضرات نے لغت کی طرف رجوع کیا ہوتا تو انہیں پتہ چلتا کہ لفظ "مکر" کی نسبت جب آدمی کی طرف ہوگی تو اس کے معنیٰ دھوکہ، فریب اور چالبازی کے ہوں گے، لیکن جب اللہ کی طرف ہوگی تو اس کے معنیٰ "مکر کی سزا دینے یا بدلہ دینے" کے ہوں گے۔ جیسے مَكَرَاللّٰهُ یا اَمْكَرَهُ اللّٰهُ کا ترجمہ ہوگا "اللہ نے اسے مکر کی سزا دی" حوالہ کے لیے دیکھئے "مصباح اللغات، ص: ۸۳۲ اور المنجد، ص: ۹۷۱۔ المنجد میں المكرة کے معنیٰ تدبیر کرنے کے بھی ہیں۔ حوالہ کے لیے دیکھئے۔ المنجد، ص: ۹۷۱

لغت کے بعد اب آیئے تفسیروں کی طرف رجوع کریں۔ اس آیت میں **مکرا** کی تفسیر صاحب جلالین نے **مجازاة** کے لفظ سے کی ہے یعنی اللہ بدلہ دینے میں جلدی کرتا ہے۔ استاذ محمد حسن حمصی نے اپنی تفسیر میں جو دمشق اور بیروت سے شائع ہوئی ہے **مکرا** کی تفسیر **عقوبة وجزاء** سے کی ہے، یعنی اللہ سزا دینے یا بدلہ دینے میں

بہت جلدی کرتا ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے۔ تفسیر البیان، ص:۲۱۱

ان تفسیری اور لغوی تحقیقات کی روشنی میں اب آیئے ان تراجم کا جائزہ لیں۔ مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا عاشق الٰہی نے مکر کا ترجمہ مکر ہی کیا ہے اور شاہ عبدالقادر نے مکر کا ترجمہ حیلہ کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین، مولانا تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے مکر کا ترجمہ چال کیا ہے۔ ہر اردو داں اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ ہماری زبان میں حیلہ، مکر اور چال دھوکہ اور فریب کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر ان حضرات نے مکر کا ترجمہ کرتے وقت لغت اور تفسیر کو سامنے رکھا ہوتا تو اس لفظ کا ترجمہ یوں ہوتا کہ "اللہ مکر کی سزا دینے، بدلہ دینے یا تدبیر کرنے میں جلدی کرتا ہے" کیوں کہ یہاں لفظ مکر کی نسبت آدمی کی طرف نہیں بلکہ خدا کی طرف ہے۔ اب لغات و تفاسیر کی روشنی میں ان تمام مترجمین کو یہ الزام بہر حال قبول کرنا ہوگا کہ انہوں نے خدا کی طرف چال، مکر اور حیلہ جیسے مکروہ الفاظ کی نسبت کر کے خدا کی جناب میں تنقیص شان کا ارتکاب کیا ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب آیئے امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ موصوف نے آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"تم فرمادو کہ اللہ کی ہر تدبیر جلد ہوتی ہے۔"

سبحان اللہ! کتنا شائستہ اور باادب ترجمہ ہے۔ زبان کے رخ سے بھی اور ایمان کے رخ سے بھی۔

"تدبیر" کے جامع لفظ کے مفہوم میں سزا دینا، بدلہ دینا اور دشمن کی سازش کو ناکام بنا دینا، سب کچھ شامل ہے، جو صحیح معنوں میں اس آیت کی مراد ہے۔

تقابلی جائزے کے ساتھ ان پانچ مقامات کی نشاندہی سے سامعین کرام نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں امام احمد رضا کی فکری بصیرت، وسعت نظر اور علمی سطح دوسروں کے مقابلے میں کتنی بلند ہے۔

دوسرا رخ

ترجمے میں اختصار اور جامعیت

حضرات! پہلے رخ سے کنزالایمان کا جائزہ ختم ہوا۔ اب ترجمے میں اختصار و جامعیت کے رخ سے اس کا جائزہ لیجئے۔

اصل بحث کے آغاز سے پہلے یہ بات ذہن نشیں فرمالیں کہ عربی زبان دنیا کی ساری زبانوں میں اس اعتبار سے منفرد ہے کہ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معنیٰ کو سمیٹتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی نامحرم عورت کے دیکھنے کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿ فان الاولی لک والثانیة علیک ﴾

گنتی کے یہ پانچ الفاظ ہیں، لیکن اگر ان کے مفہوم کو آپ اردو زبان میں منتقل کرنا چاہیں تو عبارت یوں بنے گی۔

" پہلی نظر تیرے لیے معاف ہے، لیکن دوسری نظر پر تجھ سے مواخذہ ہوگا۔ "

ا۔ دارمی: شیخ ابو عبداللہ دارمی، ج:۲، ص:۳۸۶، ط:۱، ت: ۱۴۰۷ھ، دارالکتاب العربی

ملاحظہ فرمایئے! عربی زبان کے پانچ الفاظ کا مفہوم اردو میں چودہ الفاظ کی مدد سے منتقل ہو سکا ہے۔

دوسری مثال قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے، جس میں عورتوں کے حقوق کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے۔

﴿ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ..... ﴾ ۱

گنتی کے یہ چار الفاظ ہیں، لیکن ان کا مفہوم جب اردو زبان میں منتقل کریں گے تو اس کی عبارت یوں ہوگی۔

" جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ "

یہاں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ عربی کے چار الفاظ کا مفہوم اردو کے سولہ الفاظ کی مدد سے ادا ہو سکا ہے۔

ان دونوں مثالوں سے آپ نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا ہوگا کہ عربی زبان پھیلے ہوئے معانی کو اپنے اندر سمیٹنے کی جو صلاحیت رکھتی ہے، اردو زبان بہت حد تک اس سے محروم ہے۔ لیکن اسے زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا بریلوی کی غیر معمولی قدرت ہی کہا جائے گا کہ اردو کی تنگ دامانی کے باوجود انہوں نے اپنے اردو ترجمے میں اختصار اور جامعیت کی نادر مثال قائم کی ہے۔ اختصار کا حال تو آپ حرفوں کو گن کر معلوم کر لیں گے، لیکن جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پورے کنز الایمان میں آیت کا مفہوم واضح کرنے کے لیے انہیں عبارت میں ہلالین کا پیوند جوڑنے کی کہیں ضرورت

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۲۸

پیش نہیں آئی ہے، کیونکہ ترجمہ ہی اتنا جامع اور صاف ہے کہ وہی وضاحت کے لیے بہت کافی ہے۔

اس رخ سے اب تک کنزالایمان کے محاسن کا جائزہ نہیں لیا گیا تھا، آج پہلی بار میں اس رخ سے نقاب اٹھا رہا ہوں۔ آنے والی مثالوں سے آپ اچھی طرح اندازہ لگالیں گے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو تعبیر پر حیرت انگیز قدرت کے ساتھ ساتھ ایجاز کے فن میں بھی کتنی عظیم دسترس حاصل ہے۔

اس سلسلے میں کنزالایمان سے ہم نے پچیس آیتوں کا انتخاب کیا ہے، جن میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمے کے ساتھ مولانا تھانوی کے ترجمے کا بھی ایک تقابلی خاکہ پیش کیا ہے تاکہ آپ اس آئینے میں امام احمد رضا کے خداداد ہنر کا جلوہ دیکھ سکیں۔

	حروف کی تعداد
۱۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۱	۱۴
ترجمۂ رضویہ: وہی نقصان میں ہیں۔	۱۴
ترجمۂ تھانویہ: پس یہی لوگ پورے خسارے میں پڑنے والے ہیں۔	۳۱
۲۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۲	۱۷
ترجمۂ رضویہ: اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔	۱۷

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۷

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۱۵۷

ترجمہ تھانویہ: اور یہی لوگ ہیں جن کی حقیقت تک رسائی ہوگئی۔ ۳۳

۳۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط ۱ ۳۶

ترجمہ رضویہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ ۳۰

ترجمہ تھانویہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو۔ ۳۵

۴۔ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ط ۲ ۲۳

ترجمہ رضویہ: اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ ۲۱

ترجمہ تھانویہ: اور رزق تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بے

انداز ہ دیتے ہیں۔ ۴۳

۵۔ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۳ ۲۸

ترجمہ رضویہ: اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ ۲۸

ترجمہ تھانویہ: اور اللہ جس کو چاہتے ہیں راہ راست بتاتے ہیں۔ ۳۴

۶۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۴ ۲۴

ترجمہ رضویہ: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے۔ ۲۳

ترجمہ تھانویہ: کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے

طور پر قرض دینا۔ ۴۶

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۱۵۳

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۱۲

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۱۳

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۴۵

۷۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ط　۱　۳۷

ترجمۂ رضویہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔　۳۰

ترجمۂ تھانویہ: اے ایمان والو! نیک کام میں خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے۔　۵۲

۸۔ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ۔　۲　۲۷

ترجمۂ رضویہ: جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔　۲۵

ترجمۂ تھانویہ: سچ تو یہ ہے کہ جسے دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔　۴۷

۹۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔　۳　۳۲

ترجمۂ رضویہ: تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر تم سچے ہو۔　۳۱

ترجمۂ تھانویہ: فرمادیجئے کہ پھر تورات لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔　۴۱

۱۰۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔　۴　۴۱

ترجمۂ رضویہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۶۷

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲، آیت: ۲۶۹

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۳، آیت: ۹۳

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۳، آیت: ۲۸

کے سوا۔ ۴۲

ترجمۂ تھانویہ: مسلمانوں کو چاہیئے کہ کفار کو ظاہراً و باطناً دوست نہ بنائیں مسلمانوں کی دوستی سے تجاوز کر کے۔ ۷۳

۱۱۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ ۱ ۳۹

ترجمۂ رضویہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو جو گزرا گزرا۔ ۳۹

ترجمۂ تھانویہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ دادا نانا نے نکاح کیا ہو، مگر جو بات گزر گئی گزر گئی۔ ۷۶

۱۲۔ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ ... ۲ ۳۰

ترجمۂ رضویہ: آدمیوں سے چھپتے ہیں اللہ سے نہیں چھپتے ۳۲

ترجمۂ تھانویہ: جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے۔ ۶۳

۱۳۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ ۳ ۲۹

ترجمۂ رضویہ: ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ ۲۹

ترجمۂ تھانویہ: ہم نے ان سب کو چن لیا اور ان سب کو راہ راست کی

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۴، آیت: ۲۲

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۴، آیت: ۱۰۸

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۶، آیت: ۸۸

ہدایت کی۔ ۴۰

۱۴۔فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۱ ۳۰

ترجمۂ رضویہ: تو جن کے پلے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے۔ ۳۰

ترجمۂ تھانویہ: پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سوایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ ۴۰

۱۵۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ ۲ ۱۵

ترجمۂ رضویہ: وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔ ۱۷

ترجمۂ تھانویہ: اور وہی واحد ہے غالب ہے۔ ۱۸

۱۶۔ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ ۳ ۱۸

ترجمۂ رضویہ: یہی ہے دور کی گمراہی۔ ۱۶

ترجمۂ تھانویہ: یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے۔ ۲۴

۱۷۔اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ ۴ ۱۵

ترجمۂ رضویہ: یہی لوگ وارث ہیں۔ ۱۳

ترجمۂ تھانویہ: پس ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔ ۲۶

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲۳، آیت: ۱۰۲

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۱۳، آیت: ۱۶

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲۲، آیت: ۱۲

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲۳، آیت: ۱۰

۱۸۔ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ ۱	۱۸
ترجمۂ رضویہ: اور ہم خلق سے بے خبر نہیں ہیں۔	۲۲
ترجمۂ تھانویہ: اور ہم مخلوق کی مصلحتوں سے بے خبر نہ تھے۔	۳۰
۱۹۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ ۲	۱۶
ترجمۂ رضویہ: اور وہی سرکش ہیں۔	۱۳
ترجمۂ تھانویہ: اور یہ لوگ بہت زیادتی کر رہے ہیں۔	۲۵
۲۰۔ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۝ ۳	۱۴
ترجمۂ رضویہ: اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا۔	۲۶
ترجمۂ تھانویہ: اور ان کے قلوب کے غیظ و غضب کو دور فرمائے گا۔	۳۱
۲۱۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ۴	۱۸
ترجمۂ رضویہ: اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔	۲۸
ترجمۂ تھانویہ: اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی۔	۳۶
۲۲۔ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ ۵	۲۷

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۲۳، آیت: ۱۷

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹، آیت: ۱۰

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹، آیت: ۱۵

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۳، آیت: ۱۵۳

۵۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹، آیت: ۱۸

ترجمۂ رضویہ: تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔ ۳۱

ترجمۂ تھانویہ: سوایسے لوگوں کی نسبت توقع یعنی وعدہ ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔ ۵۴

۲۳۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۱ ۲۳

ترجمۂ رضویہ: اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ ۲۶

ترجمۂ تھانویہ: اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ ۴۲

۲۴۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ........ ۝ ۲ ۳۶

ترجمۂ رضویہ: پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانون پر........ ۴۵

ترجمۂ تھانویہ: پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قلب پر اور دوسرے مسلمانوں کے قلب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی۔ ۸۱

۲۵۔ وَ لَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ ۳ ۲۱

ترجمۂ رضویہ: اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ ۲۴

ترجمۂ تھانویہ: اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو۔ ۳۲

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹، آیت: ۱۰۹

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹، آیت: ۲۶

۳۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۱۱، آیت: ۸۵

تیسرا رخ

شگفتہ زبان

حضرات! اختصار او جامعیت کے رخ سے ابھی آپ نے کنز الایمان کے ترجموں کا جائزہ لیا۔ زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا فاضل بریلوی کو کتنی بے محابا قدرت ہے کہ کہیں کہیں عربی عبارت سے بھی اس کا اردو ترجمہ مختصر ہو گیا ہے اور تعبیر کا کمال یہ ہے کہ مفہوم کی وضاحت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، جبکہ تھانوی صاحب کا ترجمہ حشو و زوائد اور تعبیر کے بہت سے نقائص پر مشتمل ہے۔

اب گفتگو کے آخری مرحلے میں شگفتہ زبان کی حیثیت سے کنز الایمان کے محاسن کا جائزہ لیجئے۔ اس عنوان پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۴

﴿ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰهَاۤ اَمْرُنَا .... ﴾ ۱

ترجمہ: " یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۱۰، آیت: ۲۴

اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آ گئی تو اس پر ہمارا حکم آیا.........."

دوسری مثال

سورۂ تکویر کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۔ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۔ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۔ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۔ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۔ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۔ وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۔ ﴾ ۱

ترجمہ: " جب دھوپ لپیٹی جائے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔ اور جب پہاڑ چلائیں جائیں۔ اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔ اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔ "

تیسری مثال

سورۂ انفطار کی چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۔ وَ اِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ۔ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۔ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۔ ﴾ ۲

ترجمہ: " جب آسمان پھٹ پڑے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔ اور جب سمندر بہادیئے جائیں۔ اور جب قبریں کریدی جائیں۔ "

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۸۱، آیت: ۷۔۱

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۸۲، آیت: ۴۔۱

چوتھی مثال

سورۂ انشقاق کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمایئے۔

﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۔ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۔ ﴾ [1]

ترجمہ: " جب آسمان شق ہو۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔ اور جب زمین دراز کی جائے۔ اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔ "

پانچویں مثال

سورۂ والشمس کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ۔ وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔ وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۔ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۔ وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰهَا ۔ وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَا ۔ ﴾ [2]

ترجمہ: " سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی قسم جب اس کے پیچھے آئے۔ اور دن کی قسم جب اسے چمکائے۔ اور رات کی قسم جب اسے چھپائے۔ اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم۔ "

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۸۴، آیت: ۵۔۱

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹۱، آیت: ۶۔۱

چھٹی مثال

سورۂ والیل کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى • وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى • وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى • اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى • ﴾ ۱

ترجمہ: ”اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی قسم جب چمکے۔ اور اس کی قسم جس نے نر و مادہ بنائے۔ بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔“

ساتویں مثال

سورۂ غاشیہ کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمایئے۔

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ • لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ • فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ • لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً • فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ • فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ • وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ • وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ • وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ • ﴾ ۲

ترجمہ: ”کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی۔ بلند باغ میں کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس کمیں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔ اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔“

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۹۲، آیت: ۴۔۱

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ: ۸۸، آیت: ۱۶۔۸

کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خوبصورت اور شائستہ زبان کا یہ رنگ پورے کنزالایمان میں پھیلا ہوا ہے۔

کنزالایمان کے سہ رخا مطالعہ پر اپنے مضمون کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں اپنے قارئین سے عرض کروں گا کہ وہ خالی الذہن ہو کر کنزالایمان کے ان محاسن کا مطالعہ فرمائیں اور فہم قرآن کے سلسلے میں کنزالایمان کی واجبی خدمات کا دل سے اعتراف کریں۔

مولائے قدیر ہمیں قرآن حکیم کے معارف و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہماری زندگی کو قرآن کے فرمودات کا تابع بنائے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه وقاسم نعمه ومظهر لطفه سیدنا محمد وآله وصحبه وحزبه اجمعین ۔

مندوب امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس

زیر اہتمام:

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی یکم ستمبر ۱۹۹۱ء

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

کی عنقریب منظر عام پر آنے والی تحریریں

آپ کے کلام کا مجموعہ

اظہار عقیدت

حدیث، فقہ اور جہاد کی

شرعی حیثیت

اچھوتے لب و لہجے میں لکھے گئے خطوط کا مجموعہ

صدائے قلم

مشاہیر امت کے تذکرے

شخصیات

دارالکتاب مٹیا محل جامع مسجد دہلی

فاضل بریلوی کی شاعری میں

عشق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے جلوے

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کے محاسن کا مختلف پہلوؤں سے ایک اجمالی جائزہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

اب شعر وادب پر آپ کی مضبوط گرفت کا ایک اچھوتا پہلو بے نقاب کیا جارہاہے۔ اس مقالہ میں ادبی اور فنی حیثیت سے گفتگو کرنے سے احتراز کیا گیا ہے جیسا کہ خود قائد اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں؛

" مندرجۂ ذیل مضمون میں اعلی حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی المولی تعالی عنہ کے نعتیہ نغموں کا اس رخ سے جائزہ لیا گیا ہے کہ ایک مرد مومن کا مقام عشق اپنے محبوب کے لیے کیا چاہتا ہے۔ادبی اور فنی نقطۂ نظر سے کلام کس بلندی پر ہے سردست اس بحث سے اغماض کیا گیاہے۔ " (خورشید رسالت نمبر، ص: ۱۴۵)

یہ مضمون " جام نور کلکتہ " کے شمارہ جون وجولائی ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا تھا۔

مرتب

عالم سرخوشی میں ایک عارف نے کتنے پتے کی بات کہی تھی کہ اپنے محبوب کے جلوؤں کا تماشا دیکھنا ہو تو کسی عاشق کی نظر مستعار لے لو۔

کہتے ہیں کہ محبت کی نظر دلیل کی محتاج نہیں ہوتی، دلیل کو البتہ نگاہ محبت کی احتیاج ہوتی ہے۔ نامحرم کے لیے تو قرآن جیسی الہامی کتاب بھی ایک سادہ ورق ہے، لیکن نگاہ اگر محرم ہو تو اس عالم کا ایک ایک ذرہ بھی اپنی جگہ پر عرفان حق کی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ایک گدائے عشق ہی نہیں تھے بلکہ امیر کشورِ عشق بھی تھے۔ باب السلام کی چوکھٹ پر یقیناً وہ ایک سائل کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں، لیکن اپنے سرکار کے غلاموں پر عشق وعرفان کی سرمستیوں کا خزانہ لٹاتے ہوئے وہ بالکل سلطانِ عشق معلوم ہوتے ہیں۔

تمہید میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ہوں۔ مؤدب ہو کر اب نگاہ عشق کے وہ زاویے ملاحظہ فرمایئے، جہاں سے ایک عاشق پرسوز اپنے محبوب کے جلووں کا تماشا دیکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ان شعروں میں محبوب کی کائنات گیر عظمتوں کا اعتراف ایمان کی کتنی والہانہ حقیقت پر مبنی ہے، پڑھیئے اور سر دھنیئے۔

عظمت محبوب نگاہ عشق میں

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم ۱

ہے انہی کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں ۲

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں ۳

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۳۹

۲۔ ن م، ص: ۵۰

۳۔ ن م، ص: ۵۱

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں ۱

جن کے تلووں کا دھون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشے میں چمکا ہمارا نبی ۲

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی ۳

۱۔ حدائقِ بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۵۱

۲۔ ن م، ص: ۶۲

۳۔ ن م، ص: ۶۷

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دوجہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے ۱

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے ۲

کعبہ و عرش میں کہرام ہے ناکامی کا
آہ کس بزم میں ہے جلوۂ یکتائی دوست ۳

جلوے نگاہ عشق میں

زمیں سے آسماں تک ہر طرف محبوب کے نت نئے جلوے بکھرے ہوئے ہیں، لیکن ان کے ادراک کے لیے ایک گدائے عشق کا شعور کتنا بیدار ہے کہ جہاں آب و گل کا کوئی پردہ اس کی نگاہ پر حائل نہیں ہوتا۔ فرش گیتی سے لے کر عالم قدس تک تذکرۂ محبوب کی ہر آواز اس کے پردۂ سماعت سے ٹکراتی رہتی ہے اور کائنات کا گوئی گوشہ بھی اسے محبوب کی تجلیوں کے فیضان سے خالی نظر نہیں آتا۔ ملاحظہ ہو چند اشعار!

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۷۴

۲۔ ن م، ص: ۱۵۰

۳۔ ن م، ص: ۳۲

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے ۱

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے ۲

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی بحر ہے وہی لہر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے ۳

عرش بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ
اتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے ۴

جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۷۴

۲۔ ن م، ص: ۷۵

۳۔ ن م، ص: ۱۵۳

۴۔ ن م، ص: ۹۶

۵۔ ن م، ص: ۱۱۱

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر اک گوشۂ کنعان عرب [1]

حرم طیبہ وبغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا [2]

الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا [3]

بزم قدسی میں ہے یادلب جاں بخش حضور
عالم نور میں ہے چشمۂ حیوان عرب [4]

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں [5]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۳۱

۲۔ ن م، ص: ۱۲

۳۔ ن م، ص: ۲۴

۴۔ ن م، ص: ۳۱

۵۔ ن م، ص: ۴۳

نیم جلوے میں دوعالم گلزار ۔۔۔ واہ وا رنگ جمانے والے
عرش تک پھیلی ہے تابِ عارض ۔۔۔ کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے [1]

مدینہ نگاہ عشق میں

مدینۂ امینہ محبوب کی جلوہ گاہ ناز ہونے کی حیثیت سے کائنات کا مرکز عشق ہے۔ عالم بالا کا قافلۂ نور ہو یا عشاق کی آرزوؤں کا کارواں سب کا رخ اسی طرف ہے۔ عاشق کہیں بھی رہے، طیبہ کی خاک سے دل کی دھڑکنوں کا پیوند الگ نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کی نگاہ عشق میں مدینہ کیا ہے.......... مدینہ کے لیے دل میں کیسے کیسے ارماں مچلتے رہتے ہیں........ کن جلوؤں کی کشش نے انہیں دونوں جہاں سے چھین لیا ہے........ کونین کی امیدوں کے ہجوم میں دیکھنے والا اپنے محبوب کو کس شان سے دیکھتا ہے........ عشق و سرمستی کے کیف میں شرابور ہو کر ایک تماشائی کی یہ سرگزشت پڑھیے.......... فرماتے ہیں!

چمن طیبہ ہے کہ وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہوکر [2]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۶۹

۲۔ ن م، ص: ۳۶

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں ۱

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں ۲

یہ نہیں کہ خلد نہو نکو نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں ۳

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں ۴

خار صحراء مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا کوہ وبیاباں ہم کو ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۴۵

۲۔ ن م، ص: ۴۹

۳۔ ن م، ص: ۵۰

۴۔ ن م، ص: ۵۳

۵۔ ن م، ص: ۵۷

کیا مدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ ۱

اے خار طیبہ دیکھ کر دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو ۲

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے ۳

بہ ادب جھکالو سر ولا کہ میں نام لوں گل وباغ کا
گل تر محمد مصطفےٰ چمن ان کا پاک دیار ہے ۴

وہ کلس روضے کا چمکا سر جھکاؤ کج کلاہو ۵

لے رضا سب چلے مدینے کو میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے ۶

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۶۰

۲۔ ن م، ص: ۵۹

۳۔ ن م، ص: ۹۲

۴۔ ن م، ص: ۱۵۴

۵۔ ن م، ص: ۱۴۸

۶۔ ن م، ص: ۶۳

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا　　ارے سر کا موقع ہے او جانے والے　۱

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا　　ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو　۲

وہ ہے بھینی بھینی وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرش تک
وہ ہے پیاری پیاری وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہار ہے　۳

جلوؤں کے خمار کا وہ مدہوش عالم جہاں شعور پر بھی نیند طاری ہو جاتی ہے، لیکن کتنا وسیع ظرف ہے اس بادہ نوش کا جو اس عالم گمشدگی میں بھی پاس شرع سے غافل نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت پر محبت کے غلو کا الزام رکھنے والے محبت کے اس نازک ترین مرحلے میں توحید الٰہی کی تقدیس کا اہتمام ملاحظہ فرمائیں۔ جلوۂ بے نقاب کی زد پر دل دیوانہ کو قابو میں رکھنا آسان کام نہیں ہے۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے　۴

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۶۸

۲۔ ن م، ص: ۵۷

۳۔ ن م، ص: ۱۵۲

۴۔ ن م، ص: ۷۵

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو ۱

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے ۲

مکے اور مدینے کا تقابل

مکہ جلالت توحید کا مرکز ہے، مدینہ محبوب کی راجدھانی ہے۔
دونوں کی عظمتوں کا موازنہ تلوار کی دھار پر چلنے سے کم نہیں ہے۔ لیکن ایک ایسا عاشق جو ناموس عشق ہی کا نہیں ناموس شرع کا بھی پاسبان ہے، اس کے قلم نے دونوں کے درمیان کتنا محفوظ امتیاز کھینچا ہے۔ دونوں کے تقابل میں شعر و شرع کے امتزاج کا یہ نادر نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینے کو چلو صبح دل آرا دیکھو ۳

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۶۸

۲۔ ن م ص: ۹۲

۳۔ ن م ص: ۵۸

آب زمزم تو پیا خوب بجھائی پیاسیں
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بیتابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پانی
یاں سیہ کاروں کا دامن میں مچلنا دیکھو

زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو

کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاک در والا دیکھو

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جوش رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو

رقص بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دل خوں نا بہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو [1]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۶۸

مرکز امید و آرزو

سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق دلگیر اپنی سرشت میں کتنا خود دار وغیور واقع ہوا ہے، اس کی ایک جھلک ذیل کے اشعار میں ملاحظہ فرمایئے۔

آرزو ہے تو صرف قرب جاناں کی.......امید ہے تو انہی کی دولت خداداد سے........ان سے کٹ کر نہ کوئی نظر میں جچتا ہے نہ کسی بیگانے سے کوئی شناسائی ہے ....سارے جہاں سے منہ پھیر کر صرف انہی کے دامن سے وابستہ رہنے کی آرزو زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے......دنیا ہو یا برزخ، حشر کی سرزمین ہو یا خلد کی منزل عیش، کہیں بھی عاشق وفا پیشہ اپنے محبوب کی زلفوں کے سایے سے دور نہیں رہنا چاہتا۔

کیسے پیارے پیارے انداز میں فیضان عشق نے اپنے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ایک ایک شعر پر روح کو وجد آنے لگتا ہے۔ کیا خوب فرماتے ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا [1]

کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو [2]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۳۰

۲۔ ن م، ص: ۵۹

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہونچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے ۱

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا ۲

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں ۳

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ۴

جگمگا اٹھی مری گور کی خاک　تیرے قربان چمکنے والے ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۶۳

۲۔ ن م، ص: ۱۵

۳۔ ن م، ص: ۵۰

۴۔ ن م، ص: ۶۶

۵۔ ن م، ص: ۶۹

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نگاہ
ایک جان بے خطا پر دوجہاں کا بار ہے ۱

اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے ۲

وہ سر گرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھانی ہے ۳

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے ۴

کس کے پھر ہوکر رہیں ہم گر تم ہی ہم کو نہ چاہو
کیوں رضاؔ مشکل سے ڈریئے جب نبی مشکل کشا ہو ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۷۴

۲۔ ن م ص: ۷۹

۳۔ ن م ص: ۸۰

۴۔ ن م ص: ۱۵۲

۵۔ ن م ص: ۱۴۷

نیر حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایۂ داماں ہم کو ۱

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہوجائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو ۲

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں ۳

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ۴

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری تیرے ہی دم کی ہے سب جلوہ گری
ملک وجن وبشر حور وپری جان سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۵۷

۲۔ ن م، ص: ۵۶

۳۔ ن م، ص: ۵۱

۴۔ ن م، ص: ۵۱

۵۔ ن م، ص: ۵۳

جب آگئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ۱

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے کہ ہے رب سلم صدائے محمد ۲

سائلو دامن سخی کا تھام لو کچھ نہ کچھ انعام ہوہی جائیگا ۳

صف ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو چلو آقا نے در کھولا ہے جنت کا

رضائے خستہ جوش بحر عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن ان کی رحمت کا ۴

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۴۸
۲۔ ن م، ص: ۳۴
۳۔ ن م، ص: ۲۵
۴۔ ن م، ص: ۲۴

اپنے قلم سے میدان حشر کے ایک منظر کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں کہ ایک مجرم سرکار سے فریادی ہے۔اس کی آواز سن کر حضور فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں۔مجرم سے مراد شاعر کی خود اپنی ہی ذات ہے۔

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجئے میری
کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے ۱

فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ایک مجرم داور محشر کی عدالت میں لایا گیا ہے اور اس وقت اس کا حال یہ ہے۔

سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال ہے پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہ رسل
بندہ بیکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے ۲

فرشتوں کا یہ جواب سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے ۳

---

۱ اور ۲۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۴۲

۳۔ ن م، ص: ۴۳

پھر مجھے دامن اقدس میں چھپا لیں آقا
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے
یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشم بد دور ہو کیا شان ہے رتبہ کیا ہے [1]

درد و گداز میں ڈوبی ہوئی ایک مناجات کے یہ چند اشعار پڑھیئے۔ اور ایک عاشق پرسوز کی تڑپتی ہوئی آرزوؤں کا اندازہ لگایئے۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادئ دیدار حسن مصطفےٰ کا ساتھ ہو
یاالٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
یاالٰہی گرمئ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو [2]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۷۳

۲۔ ن م　ص: ۵۹

یاالٰہی جب رضاؔ خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفےٰ کا ساتھ ہو ا

موتی کی لڑیوں کی طرح ایک مصرع کی تضمین کے یہ چند اشعار کتنے رقت انگیز ہیں...... مچلتی ہوئی آرزوؤں کا ذرا یہ پیرایۂ بیان ملاحظہ فرمایئے! ہر تمنا ایک ہی محور پر گردش کر رہی ہے۔

آنکھوں میں چمک کے دل میں آجا — اے شمع جمال مصطفائی
چمکادے نصیب بد نصیباں — اے شمع جمال مصطفائی
تاریک ہے رات غمزدوں کی — اے شمع جمال مصطفائی
ہو دونوں جہاں میں منہ اجالا — اے شمع جمال مصطفائی
ہیں تیرے سپرد سب امیدیں — اے جود ونوال مصطفائی
تقدیر چمک اٹھے رضاؔ کی — اے شمع جمال مصطفائی ۲

ایک چھوٹی سی بحر میں اپنے سرکار کے سنگ آستاں کا کیسا حقیقت افروز نقشہ کھینچا ہے..... فرماتے ہیں۔

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر — ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
مجرمو چشم تبسم رکھو — پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے
کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ — بول بالے مری سرکاروں کے ۳

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۶۰

۲۔ ن م، ص: ۱۵۵

۳۔ ن م، ص: ۱۵۶

نقش زیبائی

مذہب عشق کا ایک دستور یہ بھی ہے کہ کوئی محبوب بھی عاشق کے تئیں جمال وزیبائی میں اپنا ثانی نہیں۔لیکن یہاں مذہب عشق کے ساتھ مذہب فطرت بھی یہی ہے۔کائنات کے خالق ہی نے یہ راز واشگاف کر دیا ہے کہ دونوں جہاں میں مدنی محبوب سے زیادہ کسی کا حسین ہونا تو بڑی بات ہے، حریف ومثیل بھی کوئی پیدا نہیں کیا گیا ہے۔اعلیٰ حضرت کے نوک قلم میں اپنے محبوب کے حسن خداداد کے وہ سحر انگیز نقوش سجائے ہیں کہ جس کے آگے رکھ دو، وہ شیفتہ ہو جائے......جس انجمن میں سنا دو، لوگ جھوم اٹھیں۔تعبیر کی زیبائی پر تو نثار ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔کانٹوں کی نوک پر آفتاب کی کرن تول دی ہے۔ملاحظہ فرمایئے!

خامۂ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ ۱

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو ۲

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۲۰

۱۔ ن م ص: ۵۶

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی ۱

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں ۲

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول ۳

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں ۴

چرچے ہوتے ہیں یہ کھلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابان عرب
حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب ۵

نالۂ دل

عشق نام ہی ہے دل کے سوز و گداز کا......درد فرقت میں ہر وقت تڑپنا، سلگنا، آہیں بھرنا اور آنسو بہانا حضرت عشق کے خاص تبرکات ہیں......شدت کرب

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۶۲

۲۔ ن م، ص: ۴۷

۳۔ ن م، ص: ۳۸

۴۔ ن م، ص: ۵۱

۵۔ ن م، ص: ۳۲

میں دل کی فریاد کبھی کبھی آنکھوں کی نینداڑادیتی ہے.......اہل عشق کے نالہ سحر سے کون واقف نہیں.......آہ آتش بار کی قیامتوں کا حال کسے نہیں معلوم!

اعلیٰ حضرت کے نغموں سے ان کے دل کے عجیب سوز و گداز کا پتہ چلتا ہے۔

گو ان کے عشق میں دریاؤں کا خروش نہیں بلکہ سمندر کا سکوت ہے، پھر بھی کبھی کبھی دل کی چوٹ ابھر آتی ہے۔

زخم جگر کی سوزش جب ناقابل ضبط ہو جاتی ہے تو بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ اپنے سرکار ہی سے تسکین جاں کی بھیک مانگتے ہیں۔ محبوب کے شیوۂ دلنواز کو سہارا بنا کر کبھی کبھی خود ہی اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو!

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا [1]

پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا دیدے ایسی بہار آقا [2]

کس کا منہ تکیئے کہاں جائیے کس سے کہیئے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا [3]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۹۲

۲۔ ن م، ص: ۲۳

۳۔ ن م، ص: ۱۶

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا ۱

شوق روکے نہ رکے پاؤں اٹھائے نہ اٹھے
کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائی دوست ۲

یاد رخ میں آہیں کرکے بن میں میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں نیساں برسا کلیاں چٹکیں مہکی شاخ ۳

دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور
اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں ۴

۵
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہوجائے ابھی کوہ محن پھول ۶

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۲۹

۲۔ ن م، ص: ۳۲

۳۔ ن م، ص: ۳۳

۴۔ ن م، ص: ۴۴

۵۔ ن م، ص: ۴۲

۶۔ ن م، ص: ۳۸

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول ۱

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ　　ہر مہ مہ بہار ہو ہر سال سال گل
چاہے خدا تو پائیں گے عشق نبی میں خلد　　نکلی ہے نامۂ دل پر خوں میں فال گل
۲

لغزش پا کا سہارا ایک تم　　گرنے والے لاکھوں نا ہنجار ہم
اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور　　جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم
۳

تو نے تو کردیا طبیب آتش سینہ کا علاج
آج کیوں دود آہ میں بوئے کباب آئی کیوں
نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں ۴

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۳۸

۲۔ ن م　　ص: ۳۸

۳۔ ن م　　ص: ۴۰

۴۔ ن م　　ص: ۴۶

کیوں رضا آج گلی سونی ہے اٹھ مرے دھوم مچانے والے ۱

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں ۲

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں ۳

لب پہ آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے اے جان بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں ۴

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بیتابی سے
چین لینے دے تپ سینۂ سوزاں ہم کو ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۶۹

۲۔ ن م، ص: ۵۱

۳۔ ن م، ص: ۴۴

۴۔ ن م، ص: ۵۳

۵۔ ن م، ص: ۵۷

رحم فرمایئے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رلائے غم ہجراں ہم کو ۱

دل سلگتا ہی بھلا ہے اے ضبط — بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے
دیکھ او زخم دل آپے کو سنبھال — پھوٹ بہتے ہیں تپکنے والے
عاصیو تھام لو دامن ان کا — وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
شمع یاد رخ جاناں نہ بجھے — خاک ہو جائیں بھڑکنے والے ۲

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام — او در یار کے جانے والے ۳

رضاؔ کبھی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے ۴

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ
ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ ۵

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۵۷

۲۔ ن م، ص: ۷۰

۳۔ ن م، ص: ۶۹

۴۔ ن م، ص: ۶۰

۵۔ ن م، ص: ۶۱

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضاؔ وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے ۱

جوش طوفاں بحر بے پایاں ہوا ناسازگار
نوح کے مولا کرم کر دے تو بیڑا پار ہے ۲

اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے چارۂ زہر مصیبت کیجئے ۳

سینہ ہے کہ داغ داغ کہدو کرے باغ باغ
طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود
برسے کرم کی بھرن پھولیں جناں کے چمن
ایسی چلادو ہوا تم پہ کروروں درود ۴

۵

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہد گل کو الٰہی طاقت پرواز دے پر ہائے بلبل کو

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۸۰

۲۔ ن م، ص: ۷۴

۳۔ ن م، ص: ۸۲

۴۔ ن م، ص: ۱۲۰

۵۔ ن م، ص: ۵۶

ساقی تسنیم جب تک آنہ جائیں　　اے سیہ بختی نہ ہوں ہشیار ہم　۱

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہدیں اگر وہ جناب ہوں　۲

نزاکت آداب

جہاں محبوب کے لیے آداب وتوقیر کا التزام ایمان کا بھی تقاضا ہو وہاں جذبۂ عشق کے اہتمام شوق کا کیا پوچھنا! دل کی دھڑکنوں سے لے کے زبان وقلم کے اظہار بیان تک ایک ایک ادا عشق وآداب کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ اس زمین میں بھی اعلیٰ حضرت نے کیسے کیسے گل بوٹے کھلائے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

یہ ادب کہ بلبل بے نوا کبھی کھل کے کرنہ سکے نوا
نہ صبا کو تیز روش روا نہ چھلکتی نہروں کی دھار ہے　۳

۴

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں　　ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۴۱

۲۔ ن م،　ص: ۴۳

۳۔ ن م،　ص: ۱۵۴

۴۔ ن م،　ص: ۹۶

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر
بے ادب گرد نظر ہو نہ غبار دامن　۱

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں　۲

نوائے عشق

ذیل کے اشعار میں حضرت عشق کے تصرفات کے رنگا رنگ جلوے ملاحظہ فرمایئے۔ اپنے خون جگر سے نہائے ہوئے نقوش پر اعلیٰ حضرت کتنے مسرور نظر آتے ہیں........ روحانی کیف و نشاط کا یہ موسم بہاراں قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے　۳

اے رضا جان عنادل تیرے نغموں پہ نثار
بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے　۴

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۴۲

۲۔ ن م، ص: ۵۲

۳۔ ن م، ص: ۷۴

۴۔ ن م، ص: ۷۳

کیوں رضا آج گلی سونی ہے اٹھ مرے دھوم مچانے والے [1]

گل طیبہ کی ثنا گاتے ہیں شاخِ طوبیٰ پہ چہکنے والے [2]

ہے بلبل رنگیں رضا یا طوطیِ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں [3]

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں [4]

وہی آنکھ ان کا جو منہ تکے وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر جو ان کے لیے جھکے وہی دل جو ان پہ نثار ہے [5]

موتی کی لڑیوں کی طرح بارگاہ حبیب میں ہدیہ درود کا ذرایہ خراج عقیدت ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حدائقِ بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۷۹

۲۔ ن م، ص: ۷۰

۳۔ ن م، ص: ۵۲

۴۔ ن م، ص: ۴۹

۵۔ ن م، ص: ۱۵۳

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات

اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج

کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود

چھینٹ تمہاری سحر چھوٹ تمہاری قمر

دل میں رچادو ضیا تم پہ کروروں درود

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود

تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا

سینے پہ رکھدو ذرا تم پہ کروروں درود [1]

حیات محبوب

حیات انبیاء پر ایک مرصع اور مربوط نعت کے یہ چند اشعار پڑھیئے اور وجد کیجئے........استدلال کو شعر کے قالب میں ڈھال دینا یہ اعلیٰ حضرت ہی کے قلم کا حصہ ہے۔فرماتے ہیں۔

ا۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۱۱۹

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھدیں وہ بھی روح ہے پاک ہے نورانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضاؔ صدق وعدہ کی قضا مانی ہے ۱

معراج حبیب

اعلیٰ حضرت کے نغموں کا وہ حصہ جہاں کوثر و تسنیم کی لہراتی ہوئی موجوں کا جوش نظر آتا ہے، وہ ان کا قصیدۂ معراجیہ ہے۔ محبوب کی جناب میں عشق کی نیاز مندیوں کا تماشا دیکھنے کی جگہ یہی ہے۔ بعض بعض مقامات پر تو کیف و سرمستی کا وہ تلاطم ہے کہ سعید روحیں جھوم اٹھتی ہیں۔ ذرا شب معراج کی یہ منظر نگاری ملاحظہ فرمایئے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعر کے قالب میں گزرا ہوا زمانہ پلٹ آیا ہو۔ فرماتے ہیں۔

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے ۲

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۱۶۰

۲۔ ن م، ص: ۹۸

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے
نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے ۱

آسمانی سفر کے لیے اب محبوب کو سنوارا جا رہا ہے۔ ایک گدائے عشق کی نگاہ سے آرائش و جمال کا یہ منظر دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے
اتار کر ان کے رخ کا صدقہ وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے ۲

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۹۸

۲۔ ن م، ص: ۹۹

بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے ۱

معراج کا دولہا اب حرم کی سرزمین سے عالم بالا کی طرف مائل پرواز ہے۔ چشم تصور سے خسروئے کائنات کی گزرگاہ کا نظارہ کیجیے۔ فرماتے ہیں۔

غبار بنکر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پہ صلاۃ وتسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

ہجوم امید ہے گھٹاؤ مرادیں دیکر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے ۲

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی ، ص: ۹۹

۲۔ ایضاً ص: ۱۰۰

مسجد اقصیٰ میں سارے انبیاء و مرسلین کی امامت فرما کر اب محبوب آسمانوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ عالم افلاک میں ان کی آمد آمد کی کیسی دھوم مچی ہوئی اور افلاکیوں میں ان کے خیر مقدم کے لیے کیا کیا اہتمام ہو رہے ہیں، اس کا پر کیف منظر ملاحظہ فرمایئے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شئی کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اچھالتے تھے کھنگالتے تھے
یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے [1]

پلک جھپکتے محبوب کی سواری ساتوں آسمان سے گزر گئی۔ اب عالم تجلیات میں داخلے کی شان بیان فرماتے ہیں۔

چلا وہ سرو چمن خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر گئے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کے بھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
تھکے تھکے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے [2]

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۱۰۰

۲۔ م ن، ص: ۱۰۱

اب محبوب کی سواری عرش کے قریب پہونچ گئی۔ فضائے نور میں داخل ہوتے ہی خیر مقدم کا ایک شور برپا ہوا۔ ہر طرف مسرتوں کے شادیانے بجنے لگے۔ فرماتے ہیں۔

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے
یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے
جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے ۱

عرش بریں پہ کچھ دیر رکنے کے بعد عالم تجرید سے بلاوا آیا۔ ایک بشر کا اعزاز اب اس نقطۂ انتہا پر پہونچ گیا، جہاں دونوں عالم انگشت بدنداں تھے۔ فرماتے ہیں۔

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے ۲

۱۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۱۰۱

۲۔ م ن، ص: ۱۰۲

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے ۱

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ گئے تھے، جہاں کی تعبیر کے لیے لغت میں کوئی لفظ ہی نہیں ایجاد ہو سکا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہی کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے ۲

ایک رازِ سربستہ کی تعبیر میں ذرا شانِ احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے ۳

۱،۲۔ حدائقِ بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۱۰۲

۳۔ ن م، ص: ۱۰۳

دعوت حق

مکتوبات رضا کی روشنی میں

امام احمد رضا فاضل بریلوی ایک عالم با عمل تھے۔ آپ فکر وفن، علم وآگہی اور تحقیق وتدقیق کے میدان میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق وکردار کے آئینے میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

دشمنوں کے ساتھ سختی اور اپنوں کی انجمن میں ریشم کی طرح نرمی آپ کے پاکیزہ اخلاق کا وہ رخ ہے جو آفتاب نیم روز کی طرح نمایاں ہے۔

قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ نے آپ کے خطوط کا ایک جائزہ اسی پس منظر میں پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ "معارف رضا کراچی" میں شائع ہوا تھا۔

مرتب

میرے اس مقالے کا ماخذ "مکتوبات امام رضا" نامی کتاب ہے، جسے اہل سنت کے مشہور مورخ حضرت مولانا محمود میاں صاحب قادری نے مرتب فرمایا ہے اور جو مجلس پبلی کیشنز جامع مسجد دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

اس مجموعہ مکاتیب میں سے جن مکتوبات کا تعلق میرے اس مقالے سے ہے وہ صرف چھ ہیں۔ تین مکتوبات تو وہ ہیں جو شیخ الاسلام علامہ شاہ انوار اللہ خان صاحب بانی جامعہ نظامیہ، حیدر آباد کے نام لکھے گئے ہیں۔ اور تین مکتوبات مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کے نام مرقوم ہیں۔

تعارفی تمہید کے بعد اب مقالے کے عنوان کی طرف آپ کی گرانقدر توجہ مبذول کراتے ہوئے عرض پرداز ہوں کہ جو لوگ امام احمد رضا کی زبان پر شدت پسندی اور تلخ بیانی کا الزام عائد کرتے ہیں، وہ عصبیت کی عینک اتار کر دیدۂ انصاف

سے ان خطوط کی زبان ملاحظہ فرمائیں، جن کے اقتباسات ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔
اور اسی کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دعوت کی زبان اور فتوے کی زبان میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیونکہ دعوت کا تعلق مسئلے کے افہام و تفہیم سے ہے جب کہ فتوے کی منزل اتمام حجت کے بعد آتی ہے۔ امت کے ایک دردمند مصلح اور دین کے ایک عظیم مجدد کی حیثیت سے امام احمد رضا کو اصلاح مفاسد کے سلسلے میں ان دونوں مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ مسئلہ کے افہام و تفہیم اور دعوت کے مرحلے میں زبان کی فروتنی اور نیازمندی دیکھنے کے قابل ہے۔ دل اگر پتھر کی طرح سخت نہیں ہے تو پیرایۂ بیان کی لجاجت مخاطب کو پانی پانی کر دینے کے لیے کافی ہے۔ لیکن حجت تمام ہو جانے کے بعد جہاں فتوے کی زبان انہوں نے استعمال کی ہے، وہ بالکل وہی ہے جو شرعی تعزیرات کے مزاج کا فطری تقاضا ہے۔ جو لوگ صرف فتویٰ پڑھ کر زبان کی سختی کا شکوہ کرتے ہیں وہ دوسرے لفظوں میں اپنے ناقص مطالعہ کا پردہ فاش کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس زبان کا بھی مطالعہ کریں جو دعوت اور اتمام حجت کے مرحلے میں امام احمد رضا نے استعمال کی ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد اب شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ صاحب کے نام امام احمد رضا کے خطوط کے اقتباسات پڑھیئے اور زبان کی لجاجت اور عاجزی کا پیرایۂ بیان ملاحظہ فرمایئے۔

اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ اذان ثانی کے مسئلے میں اپنے زمانے کے مشہور فاضل مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے "**القول الأظهر**" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، جو امام احمد رضا کے موقف کی تردید میں تھا۔ اس رسالہ کی پیشانی پر

"حسب حکم شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ صاحب" کا فقرہ مرقوم تھا۔ اس تعلق سے امام احمد رضا نے حضرت شیخ کو یہ مکتوب گرامی تحریر فرمایا تھا۔

پہلا خط

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ والائے حضرت بابرکت، جامع الفضائل، لامع الفواضل، شریعت آگاہ، طریقت دستگاہ، حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ صاحب بہادر بالقابہ العز

سلام مسنون، نیاز مشحون مجلس ہمایوں

یہ سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ ایک ضروری دینی عرض کے لیے مکلف اوقات گرامی ہے۔ پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ "القول الأظهر" مطبوعہ حیدرآباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا۔ جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔ یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیاز مند کو مطلع فرمائیں ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ہوگا۔

کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں استکشاف حق کے لیے نفوس کریمہ جن جن صفحات کے جامع درکار ہیں بفضلہٖ عزوجل ذات والا میں وہ سب آشکار ہیں۔ علم و فضل، انصاف، عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی، پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہ بیکس پناہ قادریت جناب کو حاصل ہے۔ فقیر کا منہ تو کیا قابل، ہاں سرکار کا

کرم ضرور شامل۔

اس اتحاد کے باعث حضرت کی جو محبت و وقعت قلب فقیر میں ہے، مولاعزوجل اور زائد کرے۔ یہ اور زیادہ امید بخش ہے۔

اجازت عطا ہو تو فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور خالص کریمانہ جواب لے۔ یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔ فقیر بارہا لکھ چکا اور اب بھی لکھتا ہے کہ اگر اپنی غلطی ظاہر ہوئی، بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل متعصب کے نزدیک عار ہے، مگر عند اللہ اور عند العقلاء باعث اعزاز و وقار ہے۔ اور حضرت تو ہر فضل کے خود اہل ہیں۔ وللہ الحمد۔

امید ہے کہ ایک غلام بارگاہ قادری طالب حق کا یہ ماموال حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے واسطے مقبول ہو۔

اللھم آمین بالخیر یا ارحم الراحمین۔

اگر چہ یہ ایک نوع جرات ہے کہ رجسٹری جواب کے لیے تین آنے کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں۔

والتسلیم مع التکریم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۲ ررمضان المبارک ۱۳۳۳ھ " ۱

۱۔ مکتوبات احمد رضا خان بریلوی: امام احمد رضا فاضل بریلوی، ص: ۷۹، ت: غ، ط: غ، مط: غ، ن: محل پبلیکیشنز دہلی

انصاف فرمائیں! شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خان صاحب امام احمد رضا کے بزرگوں میں نہیں ہیں بلکہ معاصرین میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نیاز مندی اور فروتنی کے اظہار میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ الفاظ و بیان کی لجاجت اپنی جگہ پر ہے، مزید انعطاف قلب کے لیے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بار بار واسطے بھی دیئے جا رہے ہیں۔ کلمۂ حق کی سربلندی کی حرص میں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی کسی کے آگے جھک سکتا ہے۔ معاصرت کی تاریخ میں بےنفسی کا اس سے زیادہ واضح نمونہ ہمیں اب تک نہیں مل سکا۔

پھر امام احمد رضا کی یہ شان احتیاط بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "القول الاظہر" کی لوح پر "حسب الحکم" کا دلخراش فقرہ دیکھ کر کاغذ و قلم بھی سنبھالا تو دفاع کے لیے نہیں بلکہ تحقیق کرنے کے لیے کہ حضرت شیخ کی طرف سے اس فقرے کا انتساب صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہیں سے امام احمد رضا کے احتساب کی یہ سرشت سمجھ میں آتی ہے کہ تحقیق کے سارے مراحل سے گزرنے کے بعد ہی انہوں نے کسی کے خلاف قلم کی تلوار اٹھائی ہے۔ اس کے پیچھے طبیعت کا کوئی جذبۂ انتقام کارفرما نہیں ہے، بلکہ حقائق کا تقاضا پورا کیا ہے۔

اپنے تبصرہ کے آخری مرحلے میں امام احمد رضا کے اس خط کی زبان کی طرف بھی اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ یہ اسی برس پہلے کی اردو زبان ہے، فتوے کی زبان بھی ہم نے پڑھی ہے لیکن خط کی یہ شگفتہ عبارت پڑھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ زبان کے مختلف اصناف پر امام احمد رضا کو کتنی عظیم دسترس حاصل تھی۔

دوسرا خط

حضرت شیخ الاسلام نے امام احمد رضا کے اسی مکتوب کا جواب چونتیس دن کے بعد عنایت فرمایا۔ حضرت شیخ کا جواب اگرچہ ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن جواب الجواب میں امام احمد رضا نے جو مکتوب انہیں لکھا ہے، اس کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے "حسب الحکم" کے انتساب کی صحت سے انکار نہیں فرمایا، بلکہ اپنے جواب میں امام احمد رضا کو مشورہ دیا کہ اس مسئلے میں آپ سکوت اختیار فرمائیں، جیسا کہ خط کے ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔

پہلا اقتباس

" بشرف ملاحظہ حضرت بالقابہ دام فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ بہ عین انتظار چونتیس دن کے بعد تشریف لایا۔ حضرت نے اس کے بارے میں ترک مکالمہ کے بعض وجوہ تحریر فرمائے ہیں۔"

دوسرا اقتباس

" ایک سنی مسلمان کی غلط فہمی اور وہ بھی ایسی کہ اس کا دفاع فرض، خصوصاً جب کہ وہ درخواست کر رہا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین ہو جائے، میں قبول حق کے لیے

حاضر ہوں، اس کو یہ جواب کہاں تک مناسب ہے کہ تو نہ بول یہ مصلحت کے خلاف ہے۔ طلب حق میں وقت صرف کرنا بے ضرورت نہیں ہوسکتا مگر نیاز مند نے حضرت سے مطارحہ نہ چاہی تھی۔

حضور پرنور سیدنا وسیدکم مولانا ومولیکم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ عظیمہ دیکر اس اجازت کی درخواست کی تھی کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور کریمانہ جواب لے۔ یہ مسئول کسی طرح قابل رد نہ تھا، خصوصا اس حالت میں کہ حضرت کے اسی رسالہ مجازہ صفحہ تین میں تصریح ہے کہ سائل کا سوال رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔"

مکتوب شریف کے اس اقتباس میں خاص طور پر قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ دینی مصالح پر مبنی ایک جائز درخواست کے مسترد کر دیئے جانے کے باوجود اس کا کوئی ناخوشگوار ردعمل تحریر سے ظاہر نہیں ہوتا۔ تکریم وادب کا لب ولہجہ مثل سابق اپنی جگہ برقرار ہے۔ اس خط میں "نیاز مند" اور "کریمانہ جواب" کے الفاظ جتنے عاجزانہ اور ملتجیانہ ہیں، اہل ادب سے مخفی نہیں۔

تیسرا اقتباس

رسالہ "**القول الأظهر**" میں اندرون مسجد خطبہ کی اذان کی بابت اجماع کا دعویٰ کیا گیا تھا، امام احمد رضا نے اپنے جوابی مکتوب میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

" ابھی اجماع ہی کی نسبت عرض کرتا ہے کہ اجماع کا ذکر حضرت نے اپنے

کرمنامہ میں بھی فرمایا اور واقعی اجماع ایسی چیز ہے کہ اس کے بعد پھر نزاع کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ لہذا پہلے اس کی نسبت فقیر مستفیدانہ سوال پیش کرتا ہے اور الحمد للہ کہ حضرت کے نزدیک سوال کارد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

خصوصا سائل بھی ایک سگ بارگاہ قادری ہے جو اپنے اور حضرت کے اور ثقلین کے مولیٰ وآقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے رہا ہے۔ اب حضرت جیسے غلام سرکار غوثیت، کریم النفس سے یہ سوال زنہار متوقع نہیں۔

والحمد للّٰہ رب العلمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ أجمعین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۸ رشوال المکرم، ۱۳۳۳ھ "[1]

اس کے بعد امام احمد رضا نے اجماع کے دعوے پر بیس ایسے قاہر سوالات معروض خدمت کئے کہ وہ سوالات ہی اجماع کے دعوے کو مسمار کرنے کے لیے کافی تھے۔ لیکن افسوس کہ ان سوالات کا بھی کوئی جواب بارگاہ شیخ سے موصول نہیں ہوا۔ لیکن طالبان حق کو یہ روشنی ضرور ملی کہ حق کا احترام شخصیت کے احترام سے کہیں بالاتر ہے۔ اور اس کے ساتھ آئین جوانمردی کا یہ راز بھی آشکار ہوا کہ اگر کسی مقام پر ادب کا تقاضہ اعتراض کی زبان کھولنے سے مانع ہو تو سوالات کے ذریعہ بھی حقیقت تک پہنچنے کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔

۱۔ مکتوبات امام احمد رضا، ص: ۸۶

تیسرا خط

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد تحیہ مسنونہ سنیہ، گزارش نیاز کی پہلی رجسٹری کا جواب تو ۳۵ دن میں مل گیا تھا لیکن اس دوسری رجسٹری کو آج سو دن کامل ہوئے، ۱۸ شوال کو گئی تھی۔

آج ۲۹ رمحرم الحرام ہے۔ یہ تو احتمال نہیں کہ جناب جواب سوالات پر مطلع ہو کر حق اپنی طرف سمجھ لیں اور جواب سے اغماض فرمائیں کہ جناب اس رسالہ میں تصریح فرما چکے ہیں کہ سوال سائل کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اور یہ احتمال اس سے بھی بعید تر ہے کہ حق اس نیاز مند کی طرف سمجھ کر قبول سے عدول ہو کہ ترک صواب ترک جواب سے بدرجہا بدتر ہے۔ جناب کے فضائل ان دونوں احتمالوں کو گنجائش نہیں دیتے۔ لاجرم یہی شق متعین ہے کہ ہنوز رائے شریف متردد ہے۔ ایسی حالت میں تاخیر بیجا نہیں۔ نکوگوا گردیر گوئی چہ غم!

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

فقیر احمد رضا عفی عنہ

۲۹ر محرم الحرام ۱۳۳۲ھ" [1]

اس آخری خط کا رنگ خاص طور پر ملاحظہ فرمانے کے قابل ہے کہ انتظار کی

۱۔ مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، ص: ۸۸

جھنجھلاہٹ میں بھی احترام وتکریم کا پیرایہ بیان اپنی جگہ پر ہے۔ امام احمد رضا پر شدت پسندی اور سخت کلامی کا الزام عائد کرنے والے ان کے ساتھ اگر انصاف کر سکتے ہوں تو اس حسن ظن کی داد دیں کہ "لا جرم یہی شق متعین ہے کہ ہنوز رائے شریف متردد ہے۔ ایسی حالت میں تاخیر بیجا نہیں۔ "

شیخ الاسلام علامہ شاہ انوار اللہ خان حیدر آبادی کے نام امام احمد رضا کے خطوط پر میرا تبصرہ ختم ہو گیا۔ اب آپ مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام امام احمد رضا کے خطوط کی زبان کا خاص طور پر جائزہ لیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ امام احمد رضا کا اختلاف صرف علمی سطح کا تھا، اسی لیے تحریر میں ان کی شخصیت کی عظمت کا اعتراف سطر سطر سے نمایاں ہے۔ لیکن مولانا محمد علی مونگیری چونکہ عقیدہ کے الزام میں ملوث تھے، اس لیے آپ واضح طور پر محسوس فرمائیں گے کہ ان کے خط میں امام احمد رضا کی تحریر کا رنگ کافی بدلا ہوا ہے۔ اس کے باوجود "جاں پر سوز" اور "سخن دلنواز" کی خوشبو سے پورا خط معطر ہے۔

پہلا مکتوب

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

بگرامی ملاحظہ مولوی صاحب نامی مراتب، سامی مناقب مولوی سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ ادامہ اللہ بالھدیٰ والمواھب۔

بعد ما ہو المسنون ملتمس بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کے سوالات محض بنظر اتضاح حق حاضر ہوئے ہیں۔ اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بہ نہایت الحاح

گزارش کہ للہ خالص انصاف کی نگاہ سے غور کامل فرمایا جائے۔ واقعی عرض ہے کہ ان میں کوئی غرض نفسانیت ملحوظ نہیں، صرف تحقیق حق منظور ہے۔ لہٰذا باوصف خواہش احباب ہنوز ان کی اشاعت نہ کی کہ اگر آپ حضرات بتوفیق الٰہی جل وعلا خود ہی اصلاح مقاصد و دفع مفاسد فرمالیں تو خواہی نخواہی افشائے زلات کی کیا حاجت؟ ''

خط کے اس اقتباس میں پردہ پوشی اور خیر اندیشی کا یہ جذبہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ ملزمین کو عوام کی نگاہوں میں رسوا کرنے کے بجائے خود انہیں اپنی اصلاح کا موقع دیا جائے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود معاصرین امام احمد رضا کو جارح کہتے ہیں!

دوسرا اقتباس

'' مولانا! للہ رجوع الی الحق بہتر ہے یا تمادی فی الباطل؟ مولانا! ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے علاقہ نیاز ہے۔ خود اپنے علم نافع اور فہم ناصح سے تامل فرمائیں۔ ان اغلاط کی مشارکت میں براہ بشریت خطائی الفکر واقع ہوئی ہو تو رجوع الی الحق آپ جیسے علمائے کرام وسادات عظام کے لیے زین ہے، معاذ اللہ عار وشین! ''

اس اقتباس میں ریشم کی طرح نرم، شبنم کی طرح لطیف وشفاف اور ورق گل کی طرح شاداب وخوش رنگ پیرایۂ بیان کی نزاکتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرا اقتباس

'' مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ

سلامت نفس بعض چالاک صاحبوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا ہوا ہے، ورنہ عیاذ اباللہ آپ کو ہرگز مخالفت. واضرار مذہب اہل سنت پر اصرار مقصود نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعض اکابر علماء کی طرح فورا بہ طیب خاطر مدافعت فرمائیں گے۔ مبارک وہ دن کہ ہمارے معزز عالم آل پاک سید لولاک اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت اور تلبیس مبتدعین و تقلیس متضمین سے بالکلیہ مجانبت فرمائیں۔

الٰہی! صدقہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی آل، ان کی سنت، ان کی جماعت پر مستقیم فرما اور فریب و مغالطۂ اصحاب بدع و ہوا سے بچا۔

آمین یا ارحم الراحمین

فقیر احمد رضا عفی عنہ

از بریلی، ۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ ''[1]

دوسرا مکتوب

'' بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا دام فضلکم .... ہدیہ مسنونہ مہداہ

نامۂ نامی آیا ممنونی لایا۔ مظنون تھا کہ یہ قبل وصول نیاز نامہ صرف پرچہ سوالات دیکھ کر تحریر ہوا ہے۔ فقیر کی گزارش کا جواب اقرب الی الصواب عطا ہوگا۔ لہٰذا تین دن

۱۔ مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، ص:۸۹

منتظر رہا۔اب جانا کہ ساری گزارشوں کا یہی پاسخ تھا کہ سوال نہ سنیں گے۔ جواب نہ دیں گے۔ "

دوسرا اقتباس

" مولانا! مکرما، بحمدہ تعالیٰ یہی جان کر تو گزارش کی تھی کہ ملا زمان سامی نہ صرف مومن بلکہ عالم صافی صوفی صفی ہیں۔اسی بنا پر امید کی تھی اور ہنوز یاس یہی کہ مذہب اہل سنت کے صریح ضرر پسند نہ فرمائیں گے۔آپ نے سوالات بالاستیعاب ملاحظہ فرمائے تو غور نہ فرمایا یا غور فرمایا تو انہیں تحریرات کتب و مضامین ندوہ سے نہ ملایا ورنہ یہ آپ جیسے فضلاء پر مخفی رہنے کی بات نہ تھی۔ "

تیسرا اقتباس

" یہ عام بدمذہبوں سے جو اتحاد، اتفاق، اختلاط، ائتلاف پکارا جارہا ہے۔للہ! احادیث واقوال ائمہ و نصوص کتب عقائد وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ کس قدر بدخواہی دین و سنت میں ڈوبا ہوا ہے۔احادیث واقوال ائمہ تو اگر ضرورت دے گئی تو بحمد اللہ تعالیٰ سبھی سن لیں گے۔بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

[فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر است] "

چوتھا اقتباس

"مولانا! خدارا انصاف! آپ یا زید یا اور ارا کین مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد وہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانئے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانئے؟ جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارے میں [فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ] کا حکم ایک حصہ ہے تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا! انشدک اللہ باللہ العزیز الجبار وبحق دین الاسلام وبحق النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم کہ پرچۂ سوالات کو اول تا آخر بنظر غور صاف قلب سے ملاحظہ فرمائیے۔ "

پانچواں اقتباس

"مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار باریوں بالحاح گزارش نہ کرتا۔ پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت واہل سنت کی گزارشوں کو معاذ اللہ تعصب ونفسانیت کے سوء ظن پر لے جائیں ۔........میں بشہادت رب العزت کہتا ہوں۔ وکفی باللہ شہیدا کہ فقیر کے اعتراضات زنہار زنہار تعصب و نفسانیت پر مبنی نہیں۔ صرف دین حق کی حمایت اور اہل سنت کی خیر خواہی مقصود ہے۔ بغرض باطل یہ فقیر نالائق ننگ خلائق نفسانیت بھی کرتا تو حضرت افضل العلماء تاج

الحول محب رسول مولانا مولوی محمد عبدالقادر بدایونی کو معاذ اللہ نفسانیت پر کیا حامل تھا۔ فرض کرو کہ آپ ان کی صفات ملکیہ سے آگاہ نہیں تو کیا استاذ المدرسین بقیۃ الماہرین جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب کو بھی ندوہ سے تعصب نفسانیت ہے۔

خدارا کسی ضدی عامی کی نہ سنیئے، اپنے سچے خیر خواہوں کی بات پر کان رکھئے۔ چلئے یہ بھی مانا کہ یہ سب کسی کے خیال میں نفسانیت پر ہوں مگر جو بات کی گئی ہے، اس پر غور تو فرمالیجئے۔ " ۱

تیسرا خط

" مولانا! آپ کے سچے نیاز مند کو ہرگز یقین نہ تھا کہ باوصف یاد دہانی آیات قرآنی واحکام ربانی ان محدود سوالوں کے جواب سے بھی پہلوتہی فرمائی جائے گی۔ میں پھر دست بستہ ہزار منتوں کے ساتھ کتاب اللہ و کتاب الرسول یاد دلاتا اور ستر سوالوں کا جواب آپ اور جملہ اراکین اور ان آٹھ کا فوری جواب آپ جیسے عالم مکین سے مانگتا ہوں۔ خدارا انصافی نگاہ سے جواب دیں تو دیکھئے ان شاء اللہ تعالیٰ حق ابھی کھل جائے گا۔ جب تک سوالوں پر غور نہیں شب درمیان ہے ان پر نظر ہو سکے۔ وہ دیکھئے آفتاب حق روشن عیاں ہے۔ " ۲

۱۔ مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، ص: ۹۲

۲۔ مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، ص: ۱۰۱

اپنے ان مکتوبات گرامی میں امام احمد رضا نے جس جذبۂ اخلاص، خیر اندیش اور انکسار و تواضع کے ساتھ اتمام حجت کے مراحل سے اپنے آپ کو گزارا ہے، اس کی مثال کسی مصلح کی زندگی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ بجائے اس کے کہ امام احمد رضا کی اس ادائے دلنوازی اور اس کرشمہ دلیری پر لوگ اپنی جان چھڑکتے، اپنے محسن ہی پر طعنہ زن ہو گئے۔ اگر امام احمد رضا کی ناز برداری یاد رکھنے کے قابل ہے تو لوگوں کی ہٹ دھرمی بھی بھولنے کی چیز نہیں ہے۔

عبقریت

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

کے

باکمال پہلو

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تبحر علمی، فقہی بصیرت، محدثانہ عظمت، تحقیقی صلاحیت اور دسیوں علوم وفنون میں تفوق نے عالم اسلام کو حیرت زدہ کردیا ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں غیروں نے اپنی جھنجھلاہٹ سے مغلوب ہوکر آپ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناکام کوششیں کیں ۔

آنے والے صفحات میں مرقومہ مضمون چونکہ اسی حوالے سے لکھی گئی ایک شہرہ آفاق کتاب کا مقدمہ ہے، اس لیے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنی فکر ونظر کے گل بوٹے کو اسی موضوع سے وابستہ رکھا ہے ۔

یہ مقدمہ آپ نے " رد بدعات ومنکرات " کے لیے لکھا تھا۔

مرتب

۱۹۸۵ء میں ٹھیک اس وقت جب میں دہلی سے ہالینڈ کے سفر پر روانہ ہونے کے لیے بالکل پابہ رکاب تھا، حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی نے اپنی گراں مایہ تصنیف "امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات" کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ نئے اڈیشن کے لیے کتاب سے متعلق میں اپنے تاثرات قلم بند کر کے موصوف کے حوالہ کردوں۔ لیکن کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے بھی اتنی وقیع اور فقید المثال تھی کہ ورق دو ورق میں تبصرے کا حق نہیں ادا ہو سکتا تھا۔ اس لیے ان کے حکم کی تعمیل سے کامل طور پر عہدہ برآ ہونے کے لیے میں نے کتاب اپنے ساتھ رکھ لی۔

چونکہ میں چند ہی ماہ کے لیے وہاں ایک تعلیمی مشن پر گیا تھا، اس لیے دوسرے ہی دن سے "جامعہ مدینۃ الاسلام" کے نام سے یورپ میں ایک بلند پایہ اسلامی درس گاہ کے قیام کے لیے میری جدوجہد شروع ہوگئی۔ اسی درمیان "ورلڈ اسلامک مشن" کے

وفد کے ساتھ تہران، بغداد مقدسہ، شرق اردن اور سعودی عرب کا مجھے کئی بار سفر کرنا پڑا۔ انہیں مصروفیات کے باعث امروز وفردا پر بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ جامعہ کے منصوبے کو اس کے جملہ لوازم کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا کر میں نو دس مہینے میں ہندوستان لوٹ آیا۔

یہاں بھی ملک گیر پیمانہ پر جماعت اہل سنت کی مذہبی، تنظیمی، تعلیمی اور تبلیغی ضروریات نے موقع ہی نہیں دیا کہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا یہاں تک کہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی منظر عام پر آ گیا۔ اب جب کہ چوتھا ایڈیشن چھپنے جا رہا ہے، میں طے کر کے بیٹھا ہوں کہ چاہے کیسی ہی مصروفیت سامنے آئے میں کتاب پر اپنا تبصرہ مکمل کر کے ہی دم لوں گا۔

قبل اس کے کہ کتاب کے مشتملات پر میں اپنے تأثرات سے قارئین کرام کو باخبر کروں، کتاب کے مصنف اور ان کی علمی و تبلیغی مشن کے متعلق کچھ کہنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔

اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی ہماری جماعت کی مذہبی، علمی اور تبلیغی تاریخ کے لیے ایک نئے عہد کا آغاز ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتابوں کی تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے ''المجمع الاسلامی'' کے نام سے پرخلوص رفاقت کی بنیاد پر اجتماعی کام کی ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ جن رفقاء کے علمی وفکری اور اخلاقی اشتراک و تعاون سے آج یہ ادارہ ملت کے کروڑوں افراد کا مرکز امید بن گیا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

۲۔ حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی

۳۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

۴۔ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

حسن اتفاق دیکھیے کہ یہ چاروں ارکان ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور'' اعظم گڑھ کے فاضل اور استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوش تربیت کے پروردہ ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے، آج سے دس بارہ سال پیشتر ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور'' میں ''المجمع الاسلامی'' کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے لیے رفاقت کی شرطیں اتنی مشکل اور سخت تھیں کہ اب تک رفقاء کی تعداد چار سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ عصر حاضر میں دینی رفاقت کی یہ حیرت انگیز مثال ہوگی کہ چاروں ارکان کے درمیان علم وفضل، دیانت وتقویٰ، خلوص وللٰہیت اور طبیعت ومزاج کے اعتبار سے اتنی زبردست ہم آہنگی ہے کہ یوم تاسیس سے لے کر آج تک دس بارہ سال کی طویل مدت میں باہمی تکدر کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔

ہندو پاک میں اشتراک عمل کی بنیاد پر دینی وعلمی اداروں کی کمی نہیں ہے لیکن ''المجمع الاسلامی'' بلاشبہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے کہ

۱۔ ادارہ کا ہر رفیق عربی اور اردو ادب پر یکساں اور بھرپور قدرت رکھتا ہے اور تصنیف وتالیف، فکری، علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔

۲۔ ''المجمع الاسلامی'' کے طباعتی اور اشاعتی مشن کو چلانے کے لیے آج تک اس

کے ارکان نے نہ عام چندہ کیا اور نہ اس کے لیے کوئی اپیل شائع کی۔ جہاں تک میرے علم میں ہے، ہر رکن نے اول یوم سے اپنے اپنے حصے کی جو رقم جمع کی تھی، اسی سے طباعت واشاعت کا کام شروع کیا گیا اور ارکان ادارہ منافع کی رقوم اپنے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے اس کی توسیع پر صرف کرتے رہے۔

۳۔ ادارے کا ہر پروگرام منصوبہ بندی کے ساتھ انجام پاتا ہے اور وہ دوشعبوں پر مشتمل ہے۔ پہلا شعبہ "المجمع الاسلامی" کے رفقاء کی خود اپنی تصنیف کردہ کتابوں کی طباعت واشاعت کا ہے، جب کہ دوسرا شعبہ باہر کے مصنفین کی کتابوں کی طباعت واشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ تراجم کا کام بھی پہلے شعبہ کے ذیل میں آتا ہے۔ دونوں شعبوں کی مطبوعات کی تعداد تقریباً پچاس تک پہنچ چکی ہے۔

۴۔ عام طور پر ادارہ کے رفقاء اپنے اپنے مقرر کردہ موضوعات پر تصنیف وتالیف کا کام تنہا انجام دیتے ہیں، لیکن اگر کسی اہم نادر وضخیم اور غیر مطبوع کتاب کی طباعت کا مرحلہ پیش آجائے تو اس کی ترتیب وتہذیب اور تبویب وتقدیم کا کام مشترک طور پر انجام دیتے ہیں، جیسا کہ "ردالمحتار" پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا حاشیہ "جدالممتار" نامی کتاب کا مسودہ اسی طریقہ کار کے مطابق زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

۵۔ نئی کتابوں کی تصنیف کے لیے "المجمع الاسلامی" کے ارکان موضوعات کے انتخابات میں مندرجہ ذیل خصوصیات کو سامنے رکھتے ہیں۔

الف۔ علم وفکر یا دینی عقیدہ یا تاریخ کا کوئی نیا گوشہ قارئین کے سامنے آئے۔

ب۔ اپنی افادیت کے اعتبار سے اہل اسلام کی اجتماعی زندگی کو تقویت پہنچاتا ہو۔

ج۔ ماضی کی عہد آفریں شخصیتوں کے ان علمی ودینی کارناموں سے دنیا کو باخبر کیا

جائے جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی اور اس کے ارکان کے احوال وخصائص پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کے بعد اب اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی کی علمی اور ادبی وادارتی صلاحیتوں سے قارئین کو روشناس کرانا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا موصوف اردو اور جدید عربی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اردو تو ان کی مادری زبان ہے، لیکن عہد طالب علمی سے ہی عربی ادب کے ساتھ جو ان کا شغف رہا ہے، اس نے رفتہ رفتہ انہیں عربی زبان کا بہترین ادیب بنا دیا۔ اس کے علاوہ انہیں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں بھی تقریباً ڈھائی سال تک رہنے کا موقع ملا، جہاں انہوں نے جدید عربی ادب کا گہرا مطالعہ کیا اور شب و روز کی محنت شاقہ سے اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اب وہ اہل زبان کی طرح جدید عربی میں تحریر و تقریر کی بے محابا قدرت رکھتے ہیں۔

ان کے مبلغ علم کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ہندوستان کی بین الاقوامی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں شعبہ عربی کے استاذ کی حیثیت سے انہوں نے آٹھ دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے عربی ادب میں ایک نہایت وقیع کتاب تصنیف فرمائی جو" المدیح النبوی" کے نام سے حلقۂ اہل علم میں متعارف ہے اور ہندو پاک کی معیاری درسگاہوں میں داخل نصاب بھی ہے۔

ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اشرفیہ کے زمانۂ تدریس میں طلبہ کے اندر تحریری ذوق کی بیداری اور ان کی فکری رہنمائی کا جو عظیم الشان کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے، اس کے اثرات آج پورے ملک میں محسوس کیے جا رہے ہیں اور اہل سنت

وجماعت کی نئی نسل کے درمیان تصنیف وتالیف کا رجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہے۔

عربی علوم وفنون میں گہرے رسوخ کے ساتھ ساتھ وہ بالغ نظر مفکر اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے بھی اپنے اقران میں امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں۔ اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ ایک شہرہ آفاق مصنف کی حیثیت سے وہ دنیا کے بیشتر حصوں میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اخلاقی محاسن کے اعتبار سے بھی وہ ایک پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ علم وفضل کے ساتھ ساتھ دیانت وتقویٰ کی نعمت سے بھی وہ آراستہ ہیں اور بلاشبہ یہ ثمرہ ہے حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے فیضان صحبت کا، جس نے انہیں پیکر محاسن وجامع کمالات بنادیا۔ اوقات کا تحفظ اور زندگی میں نظم وضبط ان کی قابل تقلید خصوصیات ہیں۔ قلمی کام کرتے کرتے تنہائی کے وہ اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہجوم سے انہیں وحشت ہونے لگتی ہے۔ ”کام زیادہ اور باتیں کم“ کے اصول پر وہ سختی سے عمل پیرا ہیں۔ موصوف کی گفتگو میں جذبات کا عنصر کم اور معقولیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانشوروں کے حلقے میں ان کا اثر ونفوذ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

اور ان کا ہنر جس نے اہل علم وادب سے ان کی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے، وہ ان کی سحرانگیز اور دلربا تحریر ہے، جو عام فہم، سادہ اور سلیس ہونے کے باوجود اتنی پرکشش، اتنی خوبصورت اور اس درجہ ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ پڑھیئے تو پڑھتے رہیے۔ زبان کے رخ سے ان کی تحریر میں جو خوبیاں ہیں، وہ اپنی جگہ پر ہیں۔ قوت استدلال، بلندیٔ فکر اور مواد کے اعتبار سے بھی ان کا قلم اپنا ایک منفرد مقام

رکھتا ہے۔

اب تقریباً تین سال سے انہوں نے دلی کو اپنا مرکز توجہ بنایا ہے اور نہایت سرگرمی کے ساتھ وہ ''المجمع الاسلامی'' کو بین الاقوامی سطح کے علمی اور لٹریری ادارے میں تبدیل کرنے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

موصوف میں تنظیمی صلاحیتوں کا جوہر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے اور اس کا تجربہ ہم نے اس وقت کیا جب ''کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کر کے نائب صدر کی حیثیت سے انہیں مرکز کا انچارج بنادیا گیا۔ موصوف نے جس ذہانت و تدبر اور ہوش و گوش کے ساتھ مرکز کی ذمہ داریوں کو سنبھالا، اس کا اعتراف ''کانفرنس'' کے سارے قائدین کو ہے۔ دہلی میں بیٹھ کر ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی علاقائی اور صوبائی شاخوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا اور انہیں صحیح رخ پر چلانا آسان کام نہیں تھا۔ شریعت کے تحفظ کے لیے تیرہ مہینے تک ملک کے طول و عرض میں جو آئینی اور جمہوری جنگ لڑی گئی، اس طویل مدت میں مولانا موصوف کی اس خوبی کو قدم قدم پر ہم نے محسوس کیا کہ معاملات میں ان کی رائے نہایت متوازن، معقول اور خوش انجام ہوتی ہے۔ اس کا بھی اندازہ ہوا کہ دلیل سے اگر ثابت کر دیا جائے کہ کسی مسئلے میں ان کا موقف صحیح نہیں ہے تو اپنی بات واپس لینے میں وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔

''ورلڈ اسلامک مشن'' کے ایک مؤقر وفد نے ''جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ'' کی دعوت پر اس کی تیسری بین الاقوامی کانفرنس (منعقدہ ۱۵/تا ۲۰/ ستمبر ۱۹۸۶ء طرابلس، لیبیا) میں شرکت کی۔ دہلی سے لندن اور وہاں سے طرابلس پہونچ کر وفد نے کانفرنس کی کاروائیوں میں حصہ لیا اور لندن ہوتے ہوئے ہماری واپسی ہوئی۔ لیبیا اور

برطانیہ میں تین ہفتہ تک مولانا موصوف اور راقم سطور کا ساتھ رہا۔ اس سفر میں بہت قریب سے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ متعدد وفود و شخصیات سے ملاقات، بین الاقوامی مسائل پر گفتگو اور دعوت و تبلیغ اسلام کے لیے نئی نئی راہیں نکالنے کے لیے ان کا ذہن جس تیزی و روانی اور وسعت و جامعیت کے ساتھ کام کرتا رہا، اس کا اعتراف سارے شرکاء وفد نے کیا اور تحسین و آفرین کی نظروں سے دیکھا۔

ایشیا میں ''رضویات'' پر تحقیقی کام کرنے والا سب سے قدیم ادارہ پاکستان میں ہے جو ''مرکزی مجلس رضا'' کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ ادارہ کے بانیوں میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام نامی سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ موصوف نے ادارہ کے ذریعہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کے علمی کمالات، ان کی تصنیفی خدمات، ان کے زہد و تقویٰ، ان کے مقام عشق و عرفاں اور ان کے تجدیدی کارناموں سے دنیا کے بہت بڑے حصے کو روشناس کرایا۔ پاکستان کے جن علمی شخصیتوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس علمی مشن کو آسمان ہفتم پر پہنچا دیا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

۲۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی

۳۔ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی

۴۔ حضرت مولانا شمس بریلوی

۵۔ حضرت مولانا حکیم شرف قادری

۶۔ حضرت مولانا منشا تابش قصوری

۷۔ حضرت مولانا سید نور محمد قادری

۸۔ حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری وغیرھم

خدا کا شکر ہے کہ اس میدان میں ہندوستان بھی پیچھے نہیں رہا۔

یہاں بھی اہل سنت کے متعدد بزرگوں نے انفرادی حیثیت سے ''رضویات'' پر جو وقیع لٹریچر تیار کیا ہے، اسے دنیا کے بے شمار اہل قلم ماخذ کی حیثیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی معلومات کے مطابق ''رضویات'' پر ہندوستان میں اب تک جو کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حیات اعلیٰ حضرت: ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی ہے۔☆ باقی تین جلدوں کے مسودات حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بیان کے مطابق مولانا محمود احمد رفاقتی (مؤلف ''تذکرہ علماء اہل سنت'') کے پاس محفوظ ہیں۔ بار بار کے تقاضہ کے باوجود نہ انہوں نے خود ان کی اشاعت کی اور نہ انہیں واپس ہی کیا۔ ان تین جلدوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم و معارف اور ان کی پر نور حیات کے کیسے کیسے جواہرات اور لعل و گہر بکھرے ہوئے ہیں، اس کا اندازہ تو ان مسودات کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ خدا کرے مشتاق آنکھوں کو بامراد ہونے کا موقع جلد ہی میسر آئے۔

☆ ابھی چند ماہ پیشتر اس کتاب کی دیگر جلدیں نقیہ النفس حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کی ترتیب و تہذیب کے ساتھ رضا اکیڈمی کے تعاون سے چھپ گئیں ہیں۔ مرتب

۲۔ سوانح اعلیٰ حضرت: حضرت مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی

۳۔ مجدد اسلام: حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی

۴۔ امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں: حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

۵۔ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات: حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

۶۔ امام شعروادب: حضرت مولانا وارث جمال بستوی

۷۔ ارشادات اعلیٰ حضرت: حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

۸۔ اکرام امام احمد رضا: حضرت مولانا محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری

۹۔ سیرت اعلیٰ حضرت: حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی

۱۰۔ بریلوی! عصر حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان: (علامہ) ارشد القادری

۱۱۔ ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کا مجدد نمبر

۱۲۔ ماہنامہ تجلیات ناگپور کا اعلیٰ حضرت نمبر

۱۳۔ ماہنامہ المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر ☆

☆ فاضل بریلوی کی شخصیت پر مسلسل لکھا جا رہا ہے اور آپ کی تصانیف پر تحقیقات ہو رہی ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں بھی اسی ضمن میں شامل کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا اور تصوف: حضرت مولانا محمد احمد مصباحی

۲۔ فقیہ اسلام: ڈاکٹر مولانا حسن رضا خان

۳۔ ایشیا کا مظلوم مفکر: مولانا عبدالستار ہمدانی

۴۔ محدث بریلوی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۵۔ امام احمد رضا اور علم حدیث: حضرت مولانا محمد عیسیٰ (بقیہ آنے والے صفحہ پر)

یہ اجمالی خاکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ اور ان کے علمی و دینی کارناموں پر انفرادی طور سے کام کرنے والے حضرات کا ہے، لیکن جب سے "المجمع الاسلامی" کا قیام عمل میں آیا ہے، رضویات پر کام کرنے کا سلسلہ اجتماعی شکل میں آگے بڑھ رہا ہے۔ اب تک مندرجہ ذیل کتابیں "المجمع الاسلامی" کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں: حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

۲۔ امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات: حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

۶۔ جامع الاحادیث: حضرت مولانا محمد حنیف

۷۔ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت: حضرت مولانا محمد احمد مصباحی

۸۔ ماہنامہ قاری کا امام احمد رضا نمبر

۹۔ کرامات اعلیٰ حضرت: صوفی اقبال احمد نوری

۱۰۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں: ڈاکٹر مسعود احمد

۱۱۔ جہان رضا لاہور

۱۲۔ معارف رضا کراچی

۱۳۔ افکار رضا ممبئی

۱۴۔ اکرام امام احمد رضا: مفتی برہان الحق

۱۵۔ عبقری الشرق: ڈاکٹر مسعود احمد

۱۶۔ امام احمد رضا اور علوم عقلیہ: مفتی بشیر حسن رضوی

۱۷۔ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت: حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی

۱۸۔ امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت: حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی

۳۔ الفضل الموھبی (تعریب): حضرت مولانا افتخار احمد قادری

۴۔ امام اہل سنت: پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

۵۔ اجالا: پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

۶۔ گناہ بے گناہی: پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

۷۔ ارشادات اعلیٰ حضرت: حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

۸۔ تصنیفات امام احمد رضا (زیر طبع): حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

۹۔ کلام رضا: نظر لدھیانوی

۱۰۔ عرفان رضا: ڈاکٹر الٰہی بخش اعوان

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مقدس شخصیت کے ساتھ ارکان ''المجمع الاسلامی'' کی جو فکری و جذباتی وابستگی اور لگن میں دیکھ رہا ہوں، اس کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس راہ میں ان کی پیش قدمی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب ''المجمع الاسلامی'' رضویات پر تحقیقی کام کرنے کا بین الاقوامی ادارہ بن جائے گا۔ خدائے قدیر پردۂ غیب سے ہماری اس آرزو کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔ آمین۔

اصل کتاب پر تبصرہ

تعارفی تمہید کے بعد اب ہم'' امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات'' کے مشتملات پر اپنے تبصرہ کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے اپنی کتاب کے مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے

حصے میں انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت سے بحث کی ہے، جب کہ دوسرے حصے کا تعلق ان کے تجدیدی واصلاحی کارناموں سے ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے جو عنوانات قائم کیے ہیں، ان سے مصنف کی تحقیقی صلاحیت، کمال جستجو اور وسعت مطالعہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں عنوانات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ شجرۂ طوبیٰ

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے تفسیر، حدیث اور سلاسل طریقت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ان سندوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے، جو ان کا علمی رشتہ ماضی کے ائمۂ علم وفن سے جوڑتی ہوئی اعلم الاولین وآخرین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات تک پہنچاتی ہیں۔ ان مقدس اسناد کے ذریعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ثقاہت اور ان کے علم وفضل کی جلالت شان آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوتی جاتی ہے۔

۲۔ تفسیر وترجمۂ قرآن

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے علوم قرآن، تاویل آیات اور تفسیرات سلف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رسوخ وتبحر، ان کے استحضار وتفکر اور مفاہیم قرآنی کی تعبیر پر ان کی عظیم قدرت ومہارت کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم کے دوسرے اردو تراجم کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن) کا موازنہ کرتے ہوئے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ

اعلیٰ حضرت نے قرآن کا صرف ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اردو زبان میں قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کے خصائص وامتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی خداداد قرآن فہمی کی صلاحیتوں پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں۔

" حضرت فاضل بریلوی کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی اور تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ جب بھی وہ کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے ام الکتاب ہی کے دریائے حکمت سے اکتساب فیض کرتے اور اسی کے سایۂ رحمت میں علم وفضل اور تلاش وجستجو کا سفر شوق طے کرتے جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین ووجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو۔ "

۳۔ محدثانہ مقام

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے حدیث کے جملہ علوم وفنون میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مہارت وغزارت اور ان کے محدثانہ عجائب وکمالات کو جس محققانہ پیرایہ میں بیان کیا ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔ ان کی یہ بحث ۶۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر علم وتحقیق کے ایسے ایسے نادر جواہرات انہوں نے بکھیرے ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ علوم حدیث میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مجتہدانہ بصیرت اور فنی مہارت کے شواہد کو انہوں نے آپ کی جن تصنیفات سے اخذ

کیا ہے، ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

الف۔ حاجز البحرين الواقی عن جمع الصلاتين

ب۔ منير العينين فی حکم تقبيل الابهامين

ج۔ الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذهبی

مثال کے طور پر علم حدیث کے دقائق وغوامض اور حقائق ورموز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو کتنی دسترس حاصل ہے، اس کا ایک نمونہ مصنف نے اپنی کتاب میں "حاجز البحرین" سے نقل کیا۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کسی حدیث کے راویوں میں خالد نام کے کوئی راوی تھے۔ ان کے بارے میں غیر مقلدین حضرات نے اعتراض کیا کہ وہ رافضی ہیں۔ اس لیے قابل اعتماد نہیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جو نقد وجرح فرمائی، وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔

" خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ یہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مجرد نام پر بے ذکر ممیّز ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفاء کرتے ہیں۔ صحابۂ کرام میں عبداللہ نام کے بکثرت ہیں۔ خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے اور کوفی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر رواۃ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں، مگر جب سوید کہیں عبداللہ تو صرف ابن المبارک مراد ہوں گے۔ محمدین کا شمار کون کر سکتا ہے۔ مگر جب بندار عن محمد عن شعبہ کہیں تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا۔ "

ملاحظہ فرمائیں! علم حدیث کے یہ وہ رموز ہیں جو فن میں تبحر کے بعد ہی کسی کو

حاصل ہو سکتے ہیں۔ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جامعیت وغزارت پر مصنف کا ایک اقتباس اور نظر قارئین کرنا چاہتا ہوں، جسے انہوں "منیر العینین" سے اخذ کیا ہے۔ کسی حدیث کو موضوع کب کہا جائے گا، اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک ضابطہ تخریج فرمایا ہے جو لوح ذہن پر نقش کرنے کے قابل ہے۔

" ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون ۱ قرآن حکیم ۲ یا سنت متواترہ ۳ یا اجماع قطعی الدلالہ ۴ یا عقل صریح ۵ یا حس صحیح ۶ یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے ۷ یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو ۸ یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔ اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستندا الی الحس دے ۹ یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں ۱۰ یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغ ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے ۱۱ یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں، جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو ۱۲ یا ناقل غالی رافضی یا ناصبی ہو کہ نواصب نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی حدیثیں اور روافض نے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنھم میں تین لاکھ حدیثیں گڑھیں ۱۳ یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ اس نے طمع یا غضب وغیرہما کے باعث حدیث گڑھی ۱۴ یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام

کرنے پر بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا، جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم ۱۵ یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحتہ، خواہ اشارۃ کنایۃ۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو علم حدیث میں کتنا درک تھا اور کتنی احادیث انہیں مستحضر تھیں، اس کے ثبوت میں کتاب کے مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات سے صرف ایک ایک موضوع پر احادیث کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں، وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ "الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية" میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔

۲۔ "رد القحط والوباء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء" میں ساٹھ احادیث صحیحہ سے صدقہ دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دنیوی واخروی برکتوں کی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

۳۔ "الأمن والعلیٰ لناعتي المصطفیٰ بدافع البلاء" میں تین سو احادیث کریمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات واحقاق فرمایا ہے۔

۴۔ "سرور العيد السعيد فی حل الدعاء بعد صلوٰة العيد" میں اڑتیس حدیثوں سے نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

۵۔ "جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة" میں ایک سو تیس احادیث طیبہ سے حضور شافع المنشور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

۶۔ ''تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین'' میں ڈھائی سو احادیث کریمہ سے سارے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر سرکار مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ اور فضیلت کبری کا اثبات فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی محدثانہ جلالت شان پر دلائل و شواہد کے انبار جمع کر دینے کے بعد فاضل مصنف نے آپ کی حدیث دانی کے سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے متعصب قلم پر جس خوبصورت پیرائے میں طنز فرمایا ہے، وہ موصوف ہی کا حصہ ہے۔ پڑھئے اور سر دھنئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

'' اب آپ ان روشن خیالوں اور نام نہاد صلح پسندوں کے حاکمانہ فیصلوں کا جائزہ لیجئے کہ حضرت فاضل بریلوی کے سامنے جن کی حدیث دانی کی دھجیاں بکھرتی نظر آ رہی ہیں، ان کے بارے میں تو یہ خوش فہمی ہے [انتهت اليه رئاسة الحديث في عصره].....اور جن کی نظر احادیث و رجال پر حاوی، جن کا استحضار بے مثال، جن کی دقت نظر عدیم النظیر، جن کی ایجادات سرمایۂ علم و فن، ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ [قليل البضاعة في الحديث، نزهة الخواطر]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تاریخ نویسی و تاریخ نگاری نہیں کی ہے بلکہ تعصب کی دبیز عینک لگا کر صرف تاریخ گری اور حقائق کی پامالی کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ ''

حضرت فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محدثانہ مقام پر نادر و بیش بہا معلومات کے اتنے ذخائر جمع کر دیئے ہیں کہ ان مبارک و مسعود آنکھوں کو

چوم لینے کو جی چاہتا ہے، جنھوں نے ہزاروں اوراق کا سفر کر کے ہمارے لیے سرمایۂ افتخار جمع کر دیا ہے۔

۴۔ فقہی بصیرت

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فقہی سلسلۂ سند نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جو مفتی احناف مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج سے شروع ہو کر سات واسطوں سے ہوتا ہوا شیخ احمد بن یونس شلبی تک پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے سولہ واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے تین واسطوں سے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پھر ان کے واسطہ سے شارع اسلام حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح ستائیس واسطوں سے اعلیٰ حضرت کی فقہی سند صاحب شریعت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ایک فقیہ کے لیے کتنے علوم وفنون میں مہارت کی ضرورت ہے، اس موضوع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایسی جامع ونادر تحریر کا اقتباس نقل کیا ہے، جسے ہم ایک فقیہ کے لیے رہنما اصول سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کمالات، مجتہدانہ تحقیقات اور علوم فقہ میں ان کے حیرت انگیز رسوخ وتبحر کے بارے میں حضرت مصنف نے تصنیفات اعلیٰ حضرت سے اتنے شواہد وجزئیات جمع کر دیے ہیں کہ فاضل مصنف کے

کمال جستجو اور وسعت مطالعہ پر ایک قاری حیران رہ جاتا ہے۔نمونہ کے طور پر کتاب کے ایک مقام سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں، جو ایک فقیہ کے لیے رہنما اصول کی حیثیت سے حرز جاں بنانے کے قابل ہے۔

فقاہت کیا ہے اور تفقہ فی الدین کب حاصل ہوتا ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

" فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔

بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، وضوابط محررہ، ووجوہ تکلم، وطرق تفاہم، وتنقیح مناط، ولحاظ انضباط، ومواضع یسر واحتیاط، وتجنب تفریط وافراط، وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ، وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل، وقول بعض وجمہور، ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتیین، وشبہ مراتب ناقلین، وعرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص، وحال زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، وعلم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، ومدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے۔ "

اور خود اعلیٰ حضرت کے کمال تفقہ اور ان کی مجتہدانہ جلالت کا نقطۂ عروج دیکھنا ہو تو اس عنوان کے مشتملات کا وہ حصہ پڑھیے، جہاں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اعاظم رجال فقہ کے ناتمام مباحث فقہیہ میں گراں قدر اضافہ فرمایا ہے، یا ان کے تسامحات پر تطفل کے پیرائے میں اپنے معروضات پیش کیے ہیں۔اس سلسلے میں

"فتاویٰ رضویہ" کی جو جلد بھی اٹھایئے، مسائل پر بحث کے دوران مقال کے بعد اعلیٰ حضرت کا اقـول آپ کو ایسے ساحل پر کھڑا کر دے گا، جہاں سے علم و تحقیق کا لہراتا ہوا سمندر دور دور تک نظر آئے گا۔

فاضل مصنف نے اس عنوان کے ذیل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فنی رسوخ و غزارات اور فقہی تیقظ و استحضار کے ایسے ایسے مواد جمع کر دیئے ہیں کہ بڑے بڑے قد آور معاصرین ان کے مقابلے میں پرکاہ کے برابر نظر آنے لگتے ہیں۔

۵۔ نعتیہ شاعری

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے عشق و ایمان کی ایسی جوت جگائی ہے کہ ورق الٹتے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم مدینہ امینہ کی پرنور فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔ ہر گلی معطر ہے۔ ہر طرف رحمتوں کی بارش ہے۔ ہر قدم جنت کی دہلیز پر ہے اور ہر آنکھ عالم قدس کے جلوؤں میں نہا رہی ہے۔

منظر کی تبدیلی کا یہ کمال قارئین کو حیران و ششدر بنا دیتا ہے کہ ورق ورق پر جس کے علم وادراک، جس کی عقل و فکر اور جس کی حکمت و دانائی کے آگے ساری دنیا کو سرنگوں دیکھتے، اب اسی تاجدار علم و فضل کو ایک عاشق دلگیر کے پیکر میں اپنے محبوب کی چوکھٹ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالت شان اور عشق کی دریوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہوتو

"فتاویٰ رضویہ" اور "حدائق بخشش" دونوں کو ایک ساتھ پڑھیے۔ اور یہی انداز یہاں فاضل مصنف نے اختیار کیا ہے۔

دارالافتاء سے نغموں کی آواز کا رشتہ سمجھنا ہو تو صاحب شریعت کے قدموں کے نیچے دل بچھا کر دیکھیے اور جبہ و دستار کا تقدس محبت کی والہانہ وارفتگی میں کس طرح بھیگتا ہے، اس کا اندازہ لگانا ہو تو مصطفےٰ جان رحمت کے جلوؤں میں نہا کر دیکھیے۔ علم شریعت کے بغیر عشق جنون محض ہے اور علم کی انجمن میں عشق رسول کی شمع فروزاں نہ ہو تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں علم اور عشق کا توازن حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی۔ محبت کی بیخودی میں بھی ان کا تفقہ ان کی فکر پر چھایا رہتا ہے اور ان کے کلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ایک ایک شعر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جانے کے باوجود شعریت کا رنگ و آہنگ اور تغزل کا بانکپن کسی گوشہ سے مجروح نہیں ہوتا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے "حدائق بخشش" کے ذریعہ صرف قارئین ہی کو مؤمن نہیں بنایا بلکہ اردو ادب کو بھی مؤمن بنا دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ایک رخ جس پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے یہ ہے کہ انہوں نے کوئی نعت اس لیے نہیں لکھی کہ اسے کسی مشاعرے میں پڑھ کر سننے والوں سے داد وصول کریں۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ حسن چاہے کلام میں ہو یا چہرے میں، وہ فطری طور پر اپنی نمائش چاہتا ہے۔ اگر انہیں اپنا کلام اصحاب ذوق کے سامنے پیش نہیں کرنا تھا تو پھر بتایا جائے کہ اس کے وجود میں آنے کا داعیہ کیا تھا؟

میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یہی خصوصیت انہیں ان پیشہ ور شاعروں سے ممتاز کرتی ہے جو صرف اپنے فن کی نمائش کے لیے ایک خیالی محبوب کو اپنا مرکز فکر بنا کر اشعار کہتے ہیں۔ وہ اپنے مصنوعی واردات دوسروں کو سنانے کے لیے موزوں نہ کریں تو پھر بتایا جائے کہ ان کی طبع آزمائی کا دوسرا مصرف ہی کیا ہے؟

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے یہاں واردات کا محور کوئی فرضی محبوب نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا حقیقی محبوب ہے جو ان کی رگ جاں سے بھی قریب ہے، اور جو سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ جسے اپنا نغمۂ محبت اور نالۂ دل خود محبوب ہی کو سنانا ہو، اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ دوسروں کو سنانے کے لیے طبع آزمائی کرے۔

اب رہ گیا سوال داد و تحسین کا تو جب کسی غیر کی تعریف پر مشاعرے کے سامعین داد دینے میں بخل نہیں کرتے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حقیقی ممدوح جس نے مداحوں کو ہمیشہ خلعت شاہانہ سے نوازا ہے وہ ''حدائق بخشش'' کو بھی اگر اپنی بخشش وعنایات سے نہال کر دے تو مقام حیرت کیا ہے؟ پھر سوال اٹھتا ہے کہ اگر درمیان میں مدینہ سے چلنے والی نسیم رحمت کا ہاتھ نہیں تو بتایا جائے کہ آج ہندو پاک سے لے کر زمین کے کناروں تک ہر صحیح الاعتقاد مسلم آبادی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں کو کس نے پہنچا دیا ہے؟

'' مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام '' اگر بارگاہ رسالت سے خلعت قبول حاصل نہیں کر چکا ہے تو ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ہر کشور میں یہ ترانۂ محبت کس کے کرم سے گونج رہا ہے؟

بات آ گئی ہے تو قبول عام کی ایک ایمان افروز کہانی سنئے! غالباً آج سے چار سال پہلے کی بات ہے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کے ایک وزیر جو اس وقت میرے دوستوں میں تھے، جب حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ انہوں نے ملاقات کے دوران بتایا کہ اپنے اس مبارک و مسعود سفر میں ایک دن میں مدینہ شریف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک دکان پر نظر پڑی۔ غالباً وہ کسی پاکستانی کی دکان تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ پچاسوں آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ساری بھیڑ ایک کیسٹ خریدنے کے لیے اکٹھی ہوئی ہے۔ اس کیسٹ میں کوئی بہت پر کشش اور روح پرور نعت شریف ہے۔ اتنے لوگوں کا والہانہ اشتیاق دیکھکر مجھے بھی شوق ہوا کہ ایک کیسٹ بجا کر دیکھوں۔ جیسے ہی دکاندار سے ایک کیسٹ لے کر میں ٹیپ رکارڈر پر چڑھایا، اس کی آواز نے مجھے بے خود بنا دیا۔ سرکار بطحا کی تعریف وتوصیف میں چار زبانوں پر مشتمل کس غضب کا وہ قصیدہ تھا کہ جو سنتا تھا وہ وارفتۂ شوق ہو جاتا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ اس بھیڑ میں ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی کے علاوہ شامی اور ترکی بھی تھے، یمنی اور ایرانی بھی تھے۔ قصیدے کے مضمون سے پوری طرح واقف بھی نہیں تھے پھر بھی جھوم رہے تھے۔ نغمہ ہی کچھ ایسا تھا کہ لوگوں پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

اتنا کہتے کہتے وہ اٹھے اور ایک کیسٹ لا کر جیسے ہی اسے ٹیپ رکارڈر پر چڑھایا اور اسے آن کیا تو کوئی نعت خوں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ نغمۂ محبت الاپ رہا تھا۔

"لم یات نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج ترے سر سو ہے، تجھ کو شہ دوسرا جانا"

جب میں نے انہیں بتایا کہ یہ قصیدہ اس عہد کے حسان الہند امام العاشقین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ہے تو دیر تک ان پر سکتے کی کیفیت طاری رہی۔ بار بار وہ یہ کہتے رہے کہ بارگاہ رسالت کے ایک پیکر عشق و عقیدت کو کچھ لوگوں نے کس بری طرح مطعون کیا ہے۔ کاش! وہ لوگ اپنی جماعتی عصبیت سے اوپر اٹھ کر یہ قصیدہ ایک بار سن لیتے تو انہیں شخصیت کا صحیح عرفان حاصل ہو جاتا۔

صحیح کہا ہے کہنے والوں نے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں میں ایسا لگتا ہے کہ خود عشق کو زبان مل گئی ہے اور وہ جب اپنا قصۂ درد سناتا ہے تو دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مصنف نے جتنا کچھ لکھ دیا ہے وہی اہل دل کے لیے بہت کافی ہے۔ اب اگر کسی کے پہلو میں دل ہی نہ ہو تو پتھروں کو سمجھانا کس کے بس کی بات ہے۔ اس لیے اس موضوع پر اپنا تبصرہ تمام کرتے ہوئے اب میں آگے بڑھتا ہوں۔

حضرت مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کے بعد جن مرکزی عنوانات کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے، وہ یہ ہیں۔

۱۔ احیاء سنت اور تجدید ملت

۲۔ عشق رسول

۳۔ نیابت غوث الوریٰ

۴۔ ایشیاء کا عظیم محقق

۵۔ احوال سفر آخرت

۶۔ احیائے سنت اور تجدید ملت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتنی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور ڈیڑھ ہزار برس کی ملت طیبہ طاہرہ کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے کس طرح اس کی تجدید فرمائی، اس موضوع پر حضرت مصنف نے ۱۳۴ صفحات میں علم و تحقیق کے دریا بہادئے ہیں۔ اس موضوع پر جس عرق ریزی اور کاہ کندنی کے ساتھ انہوں نے تاریخ سے مواد و واقعات جمع کئے ہیں، اس کی داد و تحسین کے لیے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ برصغیر ہند میں اسلام کی پیش قدمی اور اس کے فروغ وارتقاء پر اس صدی کی تاریخ جن لوگوں نے لکھی ہے، ان میں بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے حقائق کو سامنے رکھ کر تاریخ نویسی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے تاریخ لکھی نہیں بلکہ وضع کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی مؤرخ کا ذہن جانبدار ہو جائے تو ان شخصیتوں کی قرار واقعی حیثیت کیوں کر منظر عام پر آسکتی ہے جن کی طرف سے دلوں میں کسی خلش ہے۔

اور اس میں دو رائے نہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کا یہی حادثہ پیش آیا ہے۔ عصر حاضر کے مورخین نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کی علمی جامعیت، ان کی دینی وملی خدمات اور ان کے گراں بہا تجدیدی کارناموں کے ساتھ صرف اس لیے انصاف نہیں کیا کہ وہ انہیں اپنے خیمے کا آدمی نہیں

سمجھتے۔ حالانکہ مؤرخ کی حیثیت تاریخ ساز کی نہیں صرف تاریخ نویس کی ہوتی ہے۔ وہ تاریخ بناتا نہیں بلکہ شخصیتوں کی بنائی ہوئی تاریخ صرف قلم بند کرتا ہے۔ اس طرح کی جانبدارانہ تاریخ کے ملبے سے کسی "حریف شخصیت" کے قابل تحسین کارناموں کو نکال لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی پوری دنیائے سنیت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ پہاڑ کھود کر انہوں نے جوئے شیر نکالا ہے۔ اور مجھے کہنے دیجئے کہ پہاڑ کھودنے کے بعد بھی انہیں کچھ نہیں ملتا اگر سچائیوں کا خود اپنا کوئی وجود نہ ہوتا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کی کرن کسی نہ کسی منفذ سے پھوٹ کر رہی۔ اس طرح برصغیر ہند میں دینی اور ملی سرگرمیوں کی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لیے اہل سنت کے مصنفین کو مواد ہاتھ آئے۔

اس گراں قدر خدمت کے لیے پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مجددی مظہری اور ہندوستان میں حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی کو قدرت نے ایسا لگتا ہے کہ چن لیا ہے۔ اور جہاں تک ایک غلط اور مصنوعی تاریخ کی زد سے عصر حاضر کے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور انہیں بچانے کا کام ہے، تو یہ خدمت اس خادم ناکارہ کے حصے میں آئی ہے۔ زلزلہ اور زیروزبر جیسی دستاویزی کتابیں اسی ضرورت کا دوسرا نام ہے اس کتاب کے اس حصے پر جس کا تعلق اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے لازوال کارناموں سے ہے، میرا تبصرہ کچھ طویل ہوگیا۔ اب جلد ہی میں بحث کی طرف آرہا ہوں، جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے: یعنی

"امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"

اس مقام پر حضرت مصنف کی قلمی فراست اور فکری شعور کو میں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کتاب کا یہ نام رکھ کر انہوں نے ایک بہت بڑے جھوٹ کا پردہ فاش کیا ہے۔ایک ایسا جھوٹ جو اتنی بار دہرایا گیا اور اتنی قوت سے دہرایا گیا کہ لوگوں کو اس پر سچ کا گمان ہونے لگا۔

جن لوگوں کے اعتقادی مفاسد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے قلم کا نشتر چلایا تھا، وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زندگی بھر کراہتے رہے۔انتقام ہر زخمی کا فطری تقاضہ ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی ایک داعیہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام طرازیوں پر اتر آتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانت رسول کے الزام کا دفاع نہیں کر سکے، ان کو اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو'' مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' کی شخصیت کو مجروح کیا جائے۔

علمی جلالت اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل سکی تو یہ الزام تراشا گیا کہ انہوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔

اس طرح کا الزام تراشنے والوں میں دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب (صدر جمعیۃ العلماء) کا نام سرورق ہے۔انہوں نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' مطبوعہ دیوبند میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو گالیاں دی ہیں، انہیں میں ایک گالی ''مجدد البدعات'' کی بھی ہے۔جس سے انہوں نے اپنی کتاب کے ہر ورق کو داغدار کیا ہے۔

لیکن اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجمندی کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی والزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک ان پر یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ وہ ''بدعتوں کے موجد'' بھی ہیں۔

''مجدد'' اور ''موجد'' کے درمیان جو معنوی فرق ہے، وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اب جو لوگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ''مجدد البدعات'' کہتے ہیں، انہیں یہ بتانا ہوگا کہ ان بدعات کا ''موجد'' کون ہے؟ اور اپنی کارگزاریوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان ''موجدین'' کو کتنی بار گالیاں دی ہیں؟

میرا موضوع یہ نہیں ہے ورنہ میرے پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے، جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھتا ہے۔

وقت اگرچہ نہیں ہے، لیکن مقام کی مناسبت سے ایک ہلکا سا اشارہ کر کے گزر جانا چاہتا ہوں کہ الزام بغیر سند کے نہ رہ جائے۔ ذیل میں ان بدعتوں کی ایجادات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

دفع بلا اور قضائے حاجت کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کے لیے ''ختم بخاری شریف'' کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

مسلم میت کے کفن کے لیے ''کھدر'' کی شرط لگانے اور ''کھدر'' کے بغیر جنازہ پڑھنے سے انکار کر دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔

وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لیے ''اہتمام وتداعی'' کے ساتھ

"صد سالہ اجلاس" منعقد کرنے اور ایک نامحرم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بیٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی "بدعت سیئہ" کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

دینی درسگاہ کے احاطے میں قومی ترانے کے لیے "قیام تعظیمی" کی بدعت سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لیے انتخابی جدوجہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

اپنے اکابر کی موت پر "اہتمام وتداعی" کے ساتھ جلسہ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالت واباطیل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

بالالتزام کسی متعین نماز (بالخصوص نماز عصر) کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے "تبلیغی نصاب" کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علماء دیوبند ہیں۔

کلمہ ونماز کی تبلیغ کے نام پر "چلہ" اور "گشت" کرنے کرانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

اسلام کے پانچ منصوص ارکان کی بجائے اپنی طرف سے متعین کردہ صرف "چھ ارکان" کی تبلیغ کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات ومنکرات ہیں، جن کے ایجاد وتجدید کا سہرا علمائے دیوبند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔

؎ چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

اس کتاب کے مصنف نے ان بدعات ومنکرات کی ایک طویل فہرست قارئین کے سامنے پیش کی ہے، جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بلا خوف لومۃ لائم باطل قرار دیا ہے اور دلیل کی پوری قوت کے ساتھ ان کی مذمت کی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جن امور کو بدعت قرار دے کر ان کا رد وابطال کیا ہے، اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لیے یہ اصولی بحث ذہن میں رکھیئے۔

احادیث مبارکہ واقوال ائمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بدعت بدعتِ ضلالت نہیں ہے، بلکہ بدعتِ ضلالت صرف وہی بدعت ہے جو کسی سنت کو مٹاتی ہو یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتی ہو۔

جیسا کہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں **كل بدعة ضلالة** کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

" وآنچہ موافق اصول وقواعد وسنت است وقیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آں باشد بدعتِ ضلالت گویند "

ترجمہ: اور جو شریعت کے اصول وقواعد اور سنت کے مطابق ہے اور قیاس کیا گیا ہے، اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا بدعت ضلالت ہونے کے لیے کافی نہیں تاوقتیکہ وہ کسی سنت یا اصول شرع سے متصادم

نہ ہوا سے بدعتِ ضلالت نہیں قرار دیا جاسکتا۔

کیوں کہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا اگر بدعت ضلالت کا موجب ہوتا تو شارع اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرنے کی ترغیب نہیں دیتے، جیسا کہ اس حدیث میں ارشاد فرمایا۔

"من سن فی الاِ سلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیء ومن سن سنة سئیة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها من غیر أن ینقص من أوزارهم شیء" [1]

ترجمہ: اسلام میں جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اسے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی، اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اور جو برا طریقہ ایجاد کرے تو ایجاد کرنے کا بھی اسے گناہ ہوگا اور ان کا گناہ بھی اس کے سر لدے گا جو اس پر عمل کریں گے، اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث پاک سے بدعت کی دو قسمیں نکل آئیں۔ ایک بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیئہ یعنی بدعت ضلالت۔

بلکہ اسی بنیاد پر شارح بخاری حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بدعت حسنہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں: بدعت جائز، بدعت مستحب اور بدعت واجب۔ اور بدعت ضلالت کی دو قسمیں: ایک بدعت مکروہ اور دوسری بدعت حرام۔

۱۔ مسلم: امام مسلم، ج:۲، ص:۳۴۱، ط:۴، ت: ۱۹۹۷ء، ن: رومی پبلیکیشنز لاہور

اس طرح بدعت کی کل پانچ قسمیں ہوگئیں: جائز، مستحب، واجب، مکروہ اور حرام۔ مگر دیوبندی حضرات کو صرف بدعت حرام یاد ہے۔

شیخ الاسلام حضرت امام نووی شافعی ۶۷۶ھ اسی تقسیم بدعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

" وقد ذكر الشيخ الامام أبو محمد عبدالسلام رحمه الله في كتابه القواعد أن البدع على خمسة اقسام : واجبة و محرمة و مكروهة ومستحبة ومباحة ۔ " [۱]

ترجمہ: حضرت شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب القواعد میں فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجب، حرام، مکروہ، مستحب اور مباح۔

اور حدیث مبارک "**من أحدث في أمرنا ماليس منه فهو رد**"

ترجمہ: جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے، کی شرح میں صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں۔

" والمعنىٰ أن من أحدث في الإ سلام رأيا لم يكن من الكتاب والسنة سند ظاهر أوخفي أو مستنبط فهو مردود " [۲]

ترجمہ: اس کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی ایسی رائے ایجاد کی جس کے لیے کتاب وسنت کی ظاہری یا پوشیدہ یا اخذ کردہ دلیل نہ ہو، وہ مردود ہے۔

اسی طرح حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ الاذکار المنتخبۃ: امام نووی، ص: ۲۳۷، ت:ع، ط:ع، مطبوعہ بیروت

۲۔ مرقاۃ: ملا علی قاری، جلد: اول، ص: ۱۷۷، ط:ع، ت:ع، ن: امدادیہ ملتان

"انما المحذور بدعة تراغم سنة مأمورا بها" ۱

ترجمہ: ممنوع وہ بدعت (نوایجاد چیز) ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو۔

اتنی تمہید کے بعد اب بدعت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علماء دیوبند کے موقف کو اس طرح سمجھئے کہ علمائے دیوبند کے یہاں ہر نوع ایجاد چیز بدعت ضلالت ہے، جب کہ اکابر امت اور ائمہ اسلام کی مطابعت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی نوع ایجاد چیز کو اس وقت تک بدعت ضلالت نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ وہ کسی سنت کو نہ مٹائے یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں نہ آتی ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے کہ اگر صرف نوایجاد ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو بدعت ضلالت یعنی حرام قرار دے دیا جائے تو اسلام کا سارا نظام عمل درہم برہم ہو کر رہ جائے اور یہ دعویٰ ثابت کرنا ہمارے لیے ناممکن ہو جائے کہ اسلام قیامت تک کے لیے ہر دور میں انسانی زندگی کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جن امور کو بدعت ضلالت قرار دیا ہے، آپ زیر نظر کتاب میں ان کا گہرائی میں اتر کر جائزہ لیں تو واضح طور پر محسوس کریں گے کہ وہ یا تو کسی سنت سے متصادم ہیں یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں داخل ہیں۔

برخلاف علمائے دیوبند کے کہ وہ ہر نوایجاد چیز پر بے دریغ بدعت ضلالت ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف کے نئے

۱۔ احیاء العلوم: امام غزالی، ج:۲، ص:۲۰۳، ت:غ، مط:غ، ط:غ، امدادیہ

نئے محاذ کھولتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر محفل میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعت ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ چھ سو برس کی نو ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ ہیئت کے ساتھ نہ وہ عہد رسالت موجود تھی اور نہ عہد صحابہ میں۔

لیکن ائمہ اسلام کے مسلک کے مطابق جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نو ایجاد ہونے کی بنیاد پر محفل میلاد بدعت ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی جز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ سنت کو مٹاتا ہو یا شریعت کے کسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہو، تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔

محفل میلاد کے اجزاء یہ ہیں: ۱ دعوت عام، ۲ فرش وتخت وشامیانہ، ۳ روشنی، ۴ بخور وعطریات وگلاب، ۵ شیرنی، ۶ مجمع مسلمین، ۷ ذاکر ومیلاد خوان، ۸ ذکر الٰہی وذکر میلاد وفضائل رسول، ۹ قیام وسلام

ان میں سوائے قیام وسلام کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر خود ان حضرات کا جلسۂ سیرت یا جلسۂ وعظ یا جلسۂ تبلیغ یا جلسۂ دستار بندی یا جلسۂ تنظیم وجماعت مشتمل نہ ہو۔ اس لیے کسی جزء کو بدعت ضلالت قرار دے کر حرام کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کو حرام قرار دیں۔

اب رہ گیا معاملہ قیام وسلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہ حرمت نہیں ہے کیونکہ بدون قیام بھی محفل میلاد ان کے یہاں حرام ہے جیسا کہ "فتاویٰ رشیدیہ" میں دیوبندی قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ محفل میلاد کی حرمت کی وجہ غلط روایتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا ہے تو میں عرض کروں گا کہ بروایت صحیحہ بھی میلاد کی محفل علمائے دیو بند کے یہاں حرام ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب میں گنگوہی صاحب اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد بار دیو بندی مناظرین سے سوال کیا کہ جب ہماری محفل میلاد اور آپ کے جلسہ وعظ کے اجزاء ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسہ وعظ جائز اور ہماری محفل میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہو سکتی کہ آپ کے جلسے کا نام ''جلسہ وعظ'' ہے اور ہمارے جلسے کا نام ''جلسہ میلاد'' ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ساری کائنات میں خوشی کے ڈنکے بج رہے تھے مگر شیطان کے گھر میں ماتم بپا تھا۔ وہ شدت غیظ میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ اسے ولادت باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی، بہت ممکن ہے کہ آپ حضرات کو ذکر ولادت پاک سے تکلیف پہنچتی ہو۔

بات بہت دور نکل گئی ورنہ مجھے کہنا یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جن امور کو بدعت ضلالت قرار دیا ہے، اس کا محرک نہ دل کا غیظ ہے اور نہ طبیعت کا افتاد، بلکہ پورے جذبہ اخلاص کے ساتھ انہوں نے اپنے علم کا حق ادا کیا ہے اور جو امور کتاب وسنت سے متصادم تھے، صرف انہیں امور کو انہوں نے بدعت ضلالت کے خانے میں رکھا ہے۔

حضرت مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اور

اب ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنے ماہنامہ حجاز دہلی کے ذریعہ دین وملت کے گرانقدر خدمات کا دائرہ وسیع کر کے وہ توقعات پوری کر سکیں گے جو قوم نے ان سے وابستہ رکھی ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب کائنات آپ کے علم وفہم میں مزید وسعت وجامعیت عطا فرمائے اور قلم کی بے شمار برکتوں سے نوازے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

ارشد القادری

مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

مئی ، ۱۹۸۸ء

منقبت در شان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

فکر وفن کا دیار تھا نہ رہا
وہ قلم کا وقار تھا نہ رہا
ٹوٹے پڑتے تھے علم کے پیاسے
علم کا آبشار تھا نہ رہا
دن کو روزہ تو شب بیداری کی
زہد وتقویٰ شعار تھا نہ رہا
یادِ محبوب جس کا شیوہ تھا
عاشق زار زار تھا نہ رہا
مصلحت ایک نہ روا رکھی
دشمن دیں پہ بار تھا نہ رہا
اعلیٰ حضرت جنہیں ہم کہتے ہیں
نادر روزگار تھا نہ رہا
نامیؔ تم سے کہاں بیاں ہوگا
جلوہ ان کا ہزار تھا نہ رہا

از مرتب

مسلک رضویت

حقائق کے اجالے میں

گذشتہ صفحات میں آپ نے مختلف جہتوں
سے فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا جلوہ دیکھا۔
اب ذرا یہ بھی دیکھیں کہ شب وروز کی پیہم جد وجہد کے
بعد آپ نے جو پیغام دیا ہے وہ کس نوعیت کا ہے ؟

اس میں شک نہیں کہ فاضل بریلوی ایک مصلح
قوم، داعی حق اور اسلامی اقدار کے محافظ ونگہبان تھے۔
یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں صحیح اسلامی شناخت
کی تمثیل کے لیے " مسلک اعلیٰ حضرت " کہا جاتا ہے اور
بجا کہا جاتا ہے ۔

آنے والا مضمون دراصل " حیات اعلیٰ حضرت "پر
مقدمہ کی حیثیت سے لکھا گیا تھا۔ جس میں قائد اہل سنت
نے لفظ " اعلیٰ حضرت " اور " مسلک اعلیٰ حضرت " پر
بڑی نفیس گفتگو کی ہے ۔

مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلاۃ والسلام علی نبیہ المصطفیٰ
وعلی آلہ وصحبہ وحزبہ نجوم الھدیٰ

مکرمی حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صاحب قادری رضوی گورکھپوری زید مجدہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ موصوف کا قلم اس درجہ محتاط ہے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لیے بھی وہ غافل نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ پر "سوانح اعلیٰ حضرت" کے نام سے حضرت ممدوح کی یہ پہلی کتاب ہے جو قبول عام کی عزت سے سرفراز ہوئی اور ملک ہی میں نہیں بیرون ملک بھی دنیا کے کروروں افراد کو اعلیٰ حضرت کے دینی اور علمی کارناموں اور ان کے عظیم مقام مجد و شرف سے نہایت موثر طریقے پر روشناس کرایا۔ فجزاھم المولیٰ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین

بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ صلوٰۃ المصلین وسلام الاکرمین۔

اس کتاب مستطاب کی ثقاہت اور مقام اعتبار کا اندازہ لگانے کے لیے یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ اعلیٰ حضرت پر لکھنے والے سارے اہل قلم نے اسے پورے اعتماد کے ساتھ ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا اور آئندہ بھی جب کوئی اعلیٰ حضرت پر قلم اٹھائے گا تو اس کتاب سے استفادہ کئے بغیر وہ اپنے موضوع کا حق کامل طور پر نہیں ادا کر سکے گا۔

ہند و بیرون ہند میں یہ کتاب کئی بار زیور طباعت سے آراستہ ہوئی، لیکن اس بار حلقہ بگوش حضور مفتیٔ اعظم ہند نقیب رضویت فخر اہل سنت صوفی علاء الدین صاحب رضوی بانی مدرسہ گلشن رضا احمد نگر (ڈمرو) بوکارو اسٹیل سٹی دھنباد، بہار کے زیر اہتمام فوٹو آفسٹ پر نئے آب و تاب کے ساتھ چھپنے جا رہی ہے۔ فاضل جلیل حضرت مولانا محمد نور الدین صاحب نظامی حبیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور، شہزادۂ حضور شمس العلماء شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور، اپنی نگرانی میں ایک ماہر فن اور نہایت کہنہ مشق کاتب سے اس کی کتابت کروا رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے اس پر نظر ثانی کر کے اسے اتنا سنوار دیا ہے اور اتنی نئی گرانقدر معلومات کا اضافہ کر دیا ہے کہ اب یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اپنی پرانی کتاب کو انہوں نے ایک نئی تصنیف کا جامہ پہنا دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے ناشر و طابع جناب صوفی علاء الدین صاحب رضوی کا اصرار ہے کہ میں اس کتاب کے نئے اڈیشن کے ساتھ اپنا ایک پیش لفظ منسلک کر دوں۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مجھے موصوف کی خواہش کی تکمیل کے لیے وقت نکالنا پڑا کہ میرے نزدیک وہ ایک سراپا اخلاص مرد مومن کی خواہش تھی۔

ویسے اس دور میں دین حق کے خدام کی کمی نہیں ہے، لیکن دل کی ایسی والہانہ وارفتگی جو اپنا سب کچھ لٹا کر بھی دین کے لیے جذبے کی تشنگی کو آسودہ نہ ہونے دے، خال خال نظر آتی ہے۔ اس طرح کا دل دیوانہ اگر کہیں مل جائے تو وہ دل نہیں نگار خانہ رحمت وقدرت کا آبگینہ ہے، جسے ٹوٹنے سے بچانا دل ہی کی نہیں دین کی بھی خدمت سمجھتا ہوں۔

اسی جذبے کی تحریک پر "سوانح اعلیٰ حضرت" کے سلسلے میں اپنے احساسات کا ایک مختصر سا مرقع ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔ اسے کتاب کا پیش لفظ کہیے یا میرے نامۂ اعمال کا، بہر حال اپنے لیے ذخیرۂ آخرت سمجھتا ہوں کہ ایک پیکر عشق ووفا کی معطر اور کیف بار زندگی کے ساتھ اپنی عقیدت کا پیوند جوڑ رہا ہوں۔

فطرت انسانی کا یہ رخ بھی بڑا ہی عجیب وغریب ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو لوگ دیکھ لیتے ہیں، لیکن خود اپنی آنکھ کی شہتیر انہیں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کا واقعہ بریلی کے خانوادے کی اس عظیم شخصیت کے ساتھ بھی ہوا۔ خاندان کے لوگ امتیاز وتعرف کے طور پر اپنی بول چال میں انہیں "اعلیٰ حضرت" کہتے تھے۔ معارف وکمالات اور فضائل ومکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام وخواص ہی نہیں، بلکہ ساری دنیا کی زبان پر چڑھ گیا اور اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف، کسی حلقے میں بھی "اعلیٰ حضرت" کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی۔

لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ہمارے مذہبی حریفوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کے لیے ذہن وفکر کی کتنی نیچی سطح پر وہ اتر آتے ہیں۔

کٹک کے تاریخی مناظرے میں

اعلیٰ حضرت کے لفظ پر بحث

کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دارالخلافہ کٹک میں دیوبندی حضرات کے ساتھ ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو یہ واقعہ ۱۳۹۹ھ کا ہے۔ اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مرجع المناظرین سند المتکلمین امام العاشقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمہ والرضوان سرپرست اور بانیٔ مناظرہ کی حیثیت سے اہل سنت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جلسہ مُناظرہ کے صدر فقیہ النفس نائب مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مقرر ہوئے تھے، جب کہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملت نے مجھ فقیر کو نامزد فرمایا تھا۔ اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے ''اعلیٰ حضرت'' کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف ''حضرت'' کہا جاتا ہے اور آپ لوگ ''مولانا احمد رضا خاں صاحب'' کو ''اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

میں نے ان کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پورے

دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

میں نے کہا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ حضرات کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقع بھی آپ لوگ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید وشفاف دامن پر سرخ دھبہ تلاش کر رہے ہیں۔ فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا۔ کسی نے بھی "امام اعظم" کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انہیں "امام اعظم" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے مقابلے میں بولا جارہا ہے لیکن یہ آپ حضرات کے دلوں کے نفاق کی کاریگری ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ حضرات سلف کی روایات اور عرف کے مطابق "اعلیٰ حضرت" کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے، زبردستی کھینچ تان کر اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ عہد رسالت تک وسیع کر دیا تاکہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابل کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد میں نے گرجدار آواز میں دیوبندی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ عہد رسالت تک کو حاوی ہے، تو اب آپ بریلی سے دیوبند آیئے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھئے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیص شان رسالت کے کیسے کیسے ساز وسامان موجود ہیں۔

دیکھئے! یہ مرثیہ رُشید احمد گنگوہی ہے۔ جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب ہیں۔ انہوں نے بالکل سرورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

"مخدوم الکل، مطاع العالم" یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع ومقتدا۔

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجئے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اوران کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے بنی نوع انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ "مخدوم الکل" کا یہ مفہوم آپ کی طرح میں کھینچ تان کر نہیں پیدا کررہا ہوں، بلکہ موجبہ کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرہ سے نسل انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجئے کہ دائرۂ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے، باہر سے یہ معنیٰ نہیں پہنائے گئے ہیں۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اپنے وضعی معنیٰ کے اعتبار سے دائرۂ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا۔ اپنی بدنیتی کے زیر اثر زبردستی آپ لوگوں نے اسے غلط معنیٰ پہنا دیا ہے۔

یوں ہی "مطاع العالم" کی ترکیب میں "عالم" کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتبار سے زمان ومکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے۔ جس میں نہ کسی فرد کا استثناء ہے اور نہ کسی وقت کا۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطاع العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنگوہی صاحب کا

محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر میں نے دیوبندی مناظر کو للکارتے ہوئے کہا کہ "اعلیٰ حضرت" کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لیے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہو جائے۔

اب سنبھل جایئے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ پر الٹ رہا ہوں۔ اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہولہان ہو جائیں تو میرے اوپر خون ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔

بریلی کے ایک "اعلیٰ حضرت" پر تو آپ لوگوں کے یہاں صف ماتم بچھی ہوئی ہے، لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے "اعلیٰ حضرت" آپ لوگوں نے تراش رکھے ہیں، شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ قوت ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنیئے۔

یہ دیکھیے! میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب "تذکرۃ الرشید" ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ہیں۔ اس کی جلد دوم کے صرف چار صفحے میں انہوں نے اپنے خانوادے کے مرشد اعظم حاجی امداد اللہ صاحب کو گیارہ جگہ "اعلیٰ حضرت" لکھا ہے۔ صفحہ ۲۳۷ پر چار جگہ، صفحہ ۲۳۸ پر چار جگہ، صفحہ ۲۳۹ پر ایک جگہ اور صفحہ ۲۴۱ پر دو جگہ۔ خود گنگوہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو "تذکرۃ الرشید" جلد اول کے صفحہ ۱۲۸ پر چھپا ہے، اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کو دو جگہ "اعلیٰ حضرت" لکھا ہے۔ اور جلد اول کے صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۲ اور صفحہ ۱۳۶ پر آپ کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب کو تین جگہ "اعلیٰ حضرت" تحریر فرمایا ہے

اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمایئے! "تحفۃ القادیان"، یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مصنف ہیں مولوی سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ اس کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

" بحکم سیدی و مولائی قطب ربانی حکیم الامت اعلیٰ حضرت قاری طیب صاحب مدیر دارالعلوم دیوبند"

میرا وقت ختم ہو رہا تھا، اس لیے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا۔

آپ نے اپنے گھر کے "اعلیٰ حضرتوں" کو سن لیا۔ اب زحمت نہ ہو تو ان عبارتوں کے حوالے سے ذرا وہی الفاظ پھر دہرا دیجئے کہ

" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا گنگوہی اور مولانا تھانوی اپنے پیر و مرشد کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے................"

" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دارالعلوم دیوبند کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے........."

ہم نہ کہتے تھے اے داغؔ زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ رہے تھے۔ وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا جب غوث الوریٰ کے دربار گہر بار کے ایک

وارفتۂ جگر درویش اور مسلک رضویت کے ایک پرسوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہار ہا تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ایک ضمنی بحث کافی لمبی ہوگئی۔ اب چند سطریں خراج عقیدت کے طور پر بارگاہ اعلیٰ حضرت میں نذر کر رہا ہوں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کا تعارف

یہ داستان سننے کے قابل ہے کہ آج دنیا کے کروروں سنی مسلمان اعلیٰ حضرت پر اپنی جان کیوں چھڑکتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے، جس کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے؟ اعلیٰ حضرت کے اندر دین وایمان کی وہ کون سی خوبی تھی جس کی وجہ سے ''بریلوی'' کا لفظ اب سنی صحیح العقیدہ حق پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے۔

آپ گہرائی میں اتر کر فطرت انسانی کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ کسی کو ماننے کے لیے دو طرح کے جذبے محرک ہوا کرتے ہیں۔

۱۔ سیاسی، مالی اور مادی اقتدار کی خواہش

۲۔ یا عقیدہ اور دینی قدروں کے ساتھ ہم آہنگی

مثال کے طور پر قادیانی مذہب کو لے لیجئے، جو انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک باطل، جھوٹی اور مصنوعی نبوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا۔ اس کا باطل ہونا اتنا واضح اور روشن تھا کہ یہ مذہب جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں اسے دفن ہو جانا چاہیے

تھا، لیکن انگریزی حکومت کا کاسہ لیس مادی اقتدار کی لالچ میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ دیدہ ودانستہ ایک سرتاسر جھوٹی اور مصنوعی نبوت پر وہ ایمان لائے اور ایک ایسے صریح کفر کو انہوں نے اپنے حلق کے نیچے اتار لیا جس کے کفر ہونے پر عہد صحابہ سے لے کر عہد حاضر تک پورے تسلسل کے ساتھ ڈیڑھ ہزار برس کی بوجھل شہادتوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

لیکن برطانوی حکومت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک بالکل جھوٹا مذہب صرف اس لیے دنیا میں پھیل گیا کہ اس کے پیچھے مادی آسائش اور مادی منفعت کا جذبہ پوری طرح کارفرما تھا۔

یہی تاریخ تبلیغی جماعت کی بھی ہے۔ اس کی بنیاد بھی حکومت برطانیہ ہی کے سایۂ عاطفت میں رکھی گئی اور اسی کی مالی سرپرستی میں پروان چڑھی۔ یہ الزام نہیں ہے کہ کوئی انکار کردے، بلکہ یہ سربستہ راز فاش ہی ان لوگوں نے کیا ہے جو تبلیغی جماعت کے اکابر کی حیثیت سے آج بھی اپنے گروہ میں جانے اور مانے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس خفیہ تعلق کی خود انہوں نے گرہ نہ کھولی ہوتی تو کسی کو بھی اس اسلام دشمن سازش کا سراغ تک نہیں ملتا۔ اور اب سعودی عرب اور امریکہ و برطانیہ کی ہمنوا حکومتوں کے سیاسی اثر ورسوخ نے تبلیغی جماعت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ آپ تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام کا اگر غیر جانبداری کے ساتھ جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہوائی جہازوں کی پروازوں، دنیا کی سیر وسیاحت اور چلے کے نام پر طویل طویل سفروں کے پیچھے مادی کشش کے کیسے کیسے ساز وسامان موجود ہیں۔ دینی بے حسی کے اس دور بلاخیز میں عوام کی بھیڑ یوں ہی نہیں لگ رہی ہے۔

مادی اقتدار و آسائش اور مالی منفعتوں کی تحریک پر لوگوں کی پیش قدمی کے یہ نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ اب آیئے تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے۔ اب حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ منظر بھی دیکھئے کہ عقیدہ اور دین کی ہم آہنگی کی بنیاد پر کسی کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوتے ہیں۔ مذہب اہل سنت اپنی پوری روایات و تفصیلات کے ساتھ چودہ سو برس سے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کے اکابر، ائمہ، علماء، عرفاء اور مشائخ و صالحین نے اس شجرۂ طیبہ کی آبیاری کی، اسے باد صرصر کے جھونکوں سے بچایا، اسے ہر طرح کے حوادث سے محفوظ رکھا، تب جا کر آج دین کا یہ چمن ہرا بھرا نظر آ رہا ہے۔ اس کے گل بوٹے کھلے ہوئے ہیں اور اس کی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہو رہے ہیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں جہاں دین حق کے نگہبان تھے، اس کی رگوں کے لیے خون فراہم کرنے والے جانثار تھے اور اس کے چہرے کا گرد و غبار صاف کرنے والے محافظین تھے، وہیں اس کے شفاف دامن پر گرد اڑانے والے بد اندیش بھی تھے۔ اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ ساز باز رکھنے والے منافقین بھی تھے جو ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ اسلام کے عقائد و روایات کا چہرہ مسخ کر دیا جائے اور ماضی سے دین کا رشتہ منقطع کر دیا جائے تاکہ دین کے اندر ملحدانہ خیالات کے داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے۔ سلف صالحین نے کتاب و سنت کے نصوص و احکام کی جو تشریحات کی ہیں، ان کے خلاف امت میں بے اعتمادی پیدا کر کے خود اپنا سکہ چلایا جائے تاکہ امت کا شیرازہ بکھر جائے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے حق پرست علماء و عرفاء نے دین متین کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں کا اس طرح سر کچل کر رکھ دیا

کہ دین کا سرمایہ آج تک محفوظ ہے۔ ماضی کے ساتھ مربوط رہنے والی امت آج بھی موجود ہے، لیکن فتنوں کے علمبردار فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ یہ بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ان کی راکھ اڑ کر کس شمشان گھاٹ میں دفن ہوئی۔ جب کہ دین حق کے محافظین رحمت الٰہی کے جوار دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ جہاں وہ لیٹ گئے ہیں ہر وقت پروانوں کے ہجوم میں خزانۂ رحمت کے نور وسرور کی ایسی خیرات بٹ رہی کہ ایک آن کے لیے بھی بارش نہیں تھمی۔

وہابیت نے بھی انگریزوں ہی کے ظل عاطفت میں جنم لیا ہے۔ یہ فتنہ اس وقت جوان ہو چکا تھا جب اعلیٰ حضرت مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ سارے ملک میں وہابیت کا فتنہ پھیل چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے پیدا ہونے سے پہلے سینکڑوں اکابر اہل سنت نے "تقویۃ الایمان" کے رد وابطال میں بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ہندوستان کے صحیح الاعتقاد مسلمانوں نے وہابی مذہب کے خلاف اپنی نفرت و بیزاری کا بھرپور مظاہرہ کیا جب اس فتنہ کے علمبرداروں نے محسوس کیا کہ زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے، کتابوں اور مواعظ کے ذریعہ اب ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو بدلنا ممکن نہیں ہے، تو انہوں نے دیوبند میں ایک بہت بڑے مدرسے کی بنیاد رکھی تاکہ دینی تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی نئی نسلوں کو متاثر کیا جائے اور انہیں شرک و بدعت کی تعلیم دے کر ہر گاؤں، ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں وہابیت کا مبلغ پیدا کر دیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ حربہ بہت کارگر ثابت ہوا۔ ہندوستان کے ہزاروں خاندان جو پیدائشی طور پر سنی صحیح العقیدہ تھے، گھر میں پیدا ہونے والے دیوبندی مولوی کے ذریعہ خراب ہو گئے۔ سارا ملک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ

دیوبند میں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے، جہاں علماء دین پیدا کیے جاتے ہیں۔ لیکن مدرسہ کس عقیدے کے لوگ چلا رہے ہیں، مذہب اہل سنت کے خلاف ان کا ناپاک منصوبہ کیا ہے، تعلیم کے نام پر وہ سنی مسلمانوں کے بچوں کے ذہن میں کس طرح زہر گھول رہے ہیں، ان ساری تفصیلات سے ہندوستان کے اکثر مسلمان بالکل بے خبر تھے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا یہی وہ خطرناک موڑ ہے جہاں اعلیٰ حضرت ہمیں ایک پرسوز چارہ گر، ایک دردمند مصلح، ایک غمگسار مسیحا اور ایک بے باک رہنما اور ایک فرض شناس محافظ دین وملت کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اہل سنت پر ان کا یہ احسان ہم کبھی نہیں بھول سکیں گے کہ انہوں نے قلم کی تلوار اٹھا کر مذہب اہل سنت کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش کو ناکام بنا دیا۔ ناموس رسول کے تحفظ کے لیے اعلیٰ حضرت نے جس حوصلہ مندی کے ساتھ اپنی پوری زندگی کو داؤں پہ لگا دیا، یہ انہی کا حصہ تھا۔ خدانخواستہ انہوں نے فتنۂ وہابیت والحاد کے سیلاب پر بند نہ باندھا ہوتا تو آج اہل سنت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہوتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو، اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک کرنے کے لیے انہیں جو بھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔ ایک بے قرار ناخدا کی طرح وسائل و اسباب کی پرواہ کیے بغیر امت کی

رہے۔ان کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر انہوں نے ہر مہم کو سر کیا۔

پہلی طاقت عشق ویقین کی تھی جس نے انہیں دنیا کی ہر مادی قوت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خدائے قادر وقیوم کی غیبی تائید وکارسازی اور رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر انہیں اتنا اٹوٹ اعتماد تھا کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ان کے عشق ویقین کے واردات کا اگر آپ جائزہ لینا چاہیں تو ''حدائق بخشش'' کا مطالعہ کیجئے۔ ورق ورق پر کیف وسرمستی اور وارفتگی ونیاز مندی کے رنگا رنگ پھولوں کا ایک چمن سجا ہوا ملے گا۔

اور دوسری طاقت علم وفقاہت کے رسوخ، معلومات کے نتیجہ، فکر ونظر کی گہرائی، خداداد قوت حافظہ وادراک کی عجوبہ کاریوں اور قدسی روحانیت کی توانائیوں کی تھی، جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔

انہی خداداد نعمتوں، دولتوں اور قوتوں کی برکت سے وہ ہمیشہ اہل دول اور ارباب حکومت سے گریزاں رہے۔ کسی کے ایوان تک جانا تو بڑی بات ہے، انہوں نے تو اپنی مجلس میں بھی باریاب ہونے کی اس طبقے کو کبھی اجازت نہیں دی۔ والی رامپور جو بڑے بڑوں کے ممدوح رہ چکے ہیں، انہوں نے ہزار منت وسماجت کی کہ حضور والا میری دعوت کو پذیرائی کا شرف نہیں بخش سکتے تو مجھ ہی کو باریاب ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی موقعہ انہیں نہیں دیا۔

ایک بار نانپارہ ضلع بہرائچ کے ایک صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مخلص ترین دوستوں میں تھے، بریلی تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ راجہ صاحب نانپارہ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجئے تاکہ میں اپنی طرف سے

ان کی خدمت میں پیش کروں اور انعام واکرام کی صورت میں کچھ میرے گزر بسر کا سامان ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہہ ایک نعت شریف کا املاء کرایا۔ یہ وہی مشہور زمانہ نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعت شریف کے مقطع میں اعلیٰ حضرت نے جس خوبصورتی کے ساتھ ان کی درخواست پر طنز فرمایا ہے، یہ انہیں کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ذرا یہ صنعت شعری ملاحظہ فرمائیے کہ ''نان پارہ'' کو الٹ کر ''پارۂ ناں'' کے لفظ سے کتنا ایمان افروز اور خوبصورت مفہوم پیدا کر دیا۔

مسلک کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے، لیکن زندۂ جاوید حقیقتوں کا بھی اپنا ایک مقام ہے، اسے کیونکر جھٹلایا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت جیسا سرشار عاشق رسول جو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لیے اہل باطل سے ہمیشہ نبرد آزما رہا اور جس کے مشرب میں کسی دشمن اسلام سے مسکرا کر بات کرنا بھی ناموس عقیدت کی پیشانی کا ایک بدنما داغ تھا، اس کے بارے میں دیوبند کے ملت فروش یہ افتراء کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ وہ انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے۔

اپنے چہرے کا غبار اعلیٰ حضرت کے دامن پر ڈالنے والوں کو میں نے

بار بار چیلنج کیا ہے کہ تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو دوستوں کی نہیں، دشمنوں ہی کی مرتب کردہ تاریخوں میں کہیں یہ دکھلا دو کہ انگریزی حکومت کے کسی معتمد نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی ہو، یا انگریزی حکومت کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو کوئی وظیفہ ملتا ہو، یا کبھی کوئی ان کی مالی امداد کی گئی ہو، یا انگریزی حکومت کے عمائدین کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی کہیں ملاقات ہوئی ہو، یا اعلیٰ حضرت اپنی زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریزی کوٹھی پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے ہوں، یا خود اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر انگریزی حکومت کا کوئی نمائندہ ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہو۔ یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی دکھلا دو کہ اعلیٰ حضرت نے نظم یا نثر میں انگریزی حکومت کی قصیدہ خوانی کی ہو، برخلاف اس کے دیوبندی اور قادیانی لٹریچر اس طرح کے واقعات و تحریرات سے بھرے پڑے ہیں، جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ساتھ دیوبند اور قادیان کے کتنے گہرے اور نیاز مندانہ تعلقات تھے۔

ثبوت کے لیے دیکھئے زلزلہ، زیروزبر، خون کے آنسو، منکرین رسالت کے مختلف گروہ اور اعیان وہابیہ وغیرہ۔

مسلک اعلی حضرت پر الزام تراشی

کئی سال ہوئے راجستھان میں ''بولیا'' نامی ایک مقام پر اہل سنت کا دیوبندیوں کے ساتھ ایک مناظرہ ہوا تھا۔ اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس دور کے اکابر اہل سنت میں سے حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ، استاذ العلماء حضرت

مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی رائے پوری، خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور بانی مناظرہ حضرت مولانا اسرار الحق صاحب شاہجہاں پوری اسٹیج پر موجود تھے۔ مناظر کی حیثیت سے مذہب اہل سنت کی وکالت کے فرائض میں خود انجام دے رہا تھا۔

بحث کے دوران دیو بندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے خلاف اسی طرح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی کتاب '' اعلام الاعلام بان الهند دار الاسلام '' میں برطانوی دور حکومت کے ہندوستان کو دار الاسلام لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کو اسلامی حکومت اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے۔ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر انگریزوں کا حق نمک ادا کیا ہے۔

میں نے الزامی جواب دیتے ہوئے کہا کہ برطانوی دور حکومت کا ہندوستان تو آپ حضرات کی نظر میں دار الحرب ہے، لیکن یہ بتایئے کہ آج کے کانگریسی دور حکومت کے ہندوستان کو آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں؟ دار الاسلام یا دار الحرب!

جواب دیتے ہوئے یہ بھی ذہن میں ملحوظ رہے کہ نظام حکومت اب بھی وہی غیر اسلامی ہے۔ صرف نظام چلانے والے ہاتھ بدل گئے ہیں۔ تو یقین جانیئے کہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دار الاسلام کہہ نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے شرم آ رہی تھی اور دار الحرب کہتے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی صاحب کا خطرہ تھا جو سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی کشمکش میں وہ کوئی جواب نہیں دے سکے اور ہمارا سوال آج تک ان کے ذمہ قرض رہ گیا۔

لیکن میں نے جھوٹے کو آخری منزل تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا تھا، اس لیے میں نے اپنی گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

تعجب ہے آپ حضرات کی شرمناک جسارت پر کہ نہ گھر کی خبر ہے نہ باہر کی۔ نہ کتابوں سے شناسائی اور نہ فقہی مسائل واحکام سے کوئی سروکار۔ اندھیرے میں بیٹھ کر تیر چلاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ نشانے پر کون ہے۔

میں نے للکارتے ہوئے انہیں کہا کہ دیکھئے مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کا یہ "مجموعۃ الفتاویٰ" جلد سوم ہے۔ اس کے صفحہ ۹۵ پر موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

" سوال : سود گرفتن از ہنود جائز است یا نہ ؟

ترجمہ: ہندو سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : نہ ، زیراچہ در دارالاسلام سود دادن و گرفتن حرام است۔

ترجمہ: نہیں، کیوں کہ دارالاسلام میں سود کا لین دین حرام ہے۔ "

اس عبارت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو للکارا کہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی آپ حضرات کے معتمد خاص میں ہیں۔ ان کے علم وتحقیق میں برطانوی دور حکومت کا ہندوستان دارالاسلام نہ ہوتا تو وہ ہندوستان میں سود کے عدم جواز کا فتویٰ ہرگز نہیں دیتے۔

کیا ان کے بارے میں بھی آپ یہ افتراء کریں گے کہ وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟

اس کے بعد گرجتے ہوئے میں نے کہا کہ یہ تو باہر کی بات تھی۔ اب آیئے

اپنے گھر کا جائزہ لیجئے۔

یہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی جلد۔اس کے صفحہ ۷ پر ایک سوال کے جواب میں "بندہ رشید احمد" تحریر فرماتے ہیں۔

" سوال: ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مدلل ارقام فرمائیں۔

جواب: دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے۔اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب۔بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ "

واضح رہے کہ سوال کرنے والے نے برطانوی دور حکومت ہی کے ہندوستان کے بارے میں سوال کیا تھا اور "بندہ" نے اسی دور کے ہندوستان کے بارے میں جواب دیا تھا کہ اکثر علماء اسے دارالاسلام کہتے ہیں۔

پھر میں نے دیوبندی مناظر اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے سارے ہمنواؤں کو للکارتے ہوئے کہا کہ ان اکثر علمائے کرام کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں؟ کیا وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور کیا وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟

میرا وقت چونکہ ختم ہو رہا تھا، اس لیے یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی بات پوری کردی کہ آپ حضرات نے اعلیٰ حضرت کی کتاب "اعلام الاعلام بان الہند دارالاسلام" کا صرف نام ہی سنا ہے۔پڑھا نہیں ہے، ورنہ آپ حضرات کے بھی علم کا افلاس دور ہو جاتا اور "بندہ" کی تہی دامنی بھی ختم ہو جاتی اور ہندوستان دارالاسلام ہے، اس کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی کتابوں سے دلائل کے جو انبار جمع کیے ہیں، اس کا مشاہدہ ہو جاتا اور ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے پر اعلیٰ حضرت کو جن لوگوں نے

انگریزی حکومت کا ایجنٹ کہا ہے، ہمیشہ کے لیے ان کے جھوٹ کا پردہ بھی فاش ہو جاتا۔لیکن اس بدقسمتی کو کیا کہیئے کہ اسے دیکھنے کی آپ حضرات کو توفیق ہی نہیں ملی۔

مقدمہ کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں اپنی اس حسرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں چاہتا تھا کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والی "البریلویہ" نامی کتاب میں "سوانح اعلیٰ حضرت" کے جو گمراہ کن حوالے دیئے گئے ہیں ان کا بھی پردہ فاش کر دوں۔لیکن افسوس کہ "البریلویہ" نام کی وہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔میں اسے دہلی میں چھوڑ آیا ہوں۔

ویسے اپنے قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ جب بھی موقع ملے گا میں اس فرض سے سبکدوش ہونے کی ضرور کوشش کروں گا۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

ارشد القادری

مہتمم مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

بریلوی

دور حاضر میں

اہل سنت کا

علامتی نشان

عام طور پر کسی مخصوص شہر کے رہنے
والے ہی اپنے آپ کو اس شہر سے منسوب کرتے ہیں، لیکن
قربان جائیے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عبقری
شخصیت پر! کہ موجودہ دور میں آپ نے جس جانفشانی،
تگ ودو اور جد وجہد کے ساتھ اسلام کے منور ومجلی
چہرے کو داغدار ہونے سے بچایا ہے کہ اب اسلام کی وہی
شکل برحق ہوگئی ہے جو "بریلی شریف" کے دارالافتاء
سے گزر کر آرہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلق تو دنیا کے
مختلف خطوں سے ہے مگر "بریلی" کہلانے میں ہم فخر
محسوس کرتے ہیں۔

اسی مناسبت سے قائد اہل سنت کی فکر انگیز تحریر
ملاحظہ فرمائیں۔

مرتب

آج کے دور فتن میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہ کا منصب تجدید وارشاد اتنا واضح ہو چکا ہے کہ محتاج بحث واستدلال نہیں۔ غیر جانب داری اور انصاف ودیانت کے ساتھ اسلاف کے مذہب ومسلک کا مطالعہ کرنے والا یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسلام کے ماضی وحال کے درمیان ایک عظیم رابطہ کی حیثیت سے بریلی کی سرزمین پر جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد قوت علم ویقین اور لگاتار قلمی جہاد کے ذریعہ انہوں نے ملحدانہ قوتوں کی ان ساری کوششوں کو ناکام بنادیا، جو ہمارے فکر واعتقاد اور کردار وعمل کا رشتہ ہمارے مقدس ماضی سے منقطع کرنا چاہتے تھے۔

منصب تجدید کے تقاضے

دراصل یہی وہ منصب ہے تجدید وارشاد کا، جس پر وقت کا ایک مجدد فائز ہوتا ہے........وہ کسی نئے مذہب اور فکر کی بنیاد نہیں ڈالتا بلکہ اسی مذہب اسلام کو

نئی توانائیوں اور صحیح تعبیر کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے.........جو نقطہ آغاز سے لے کر ماضی کے بے شمار اشخاص ورجال کے ذریعہ اس تک پہنچا ہے......اس کی ساری جدوجہد اس نقطہ پر مرکوز رہتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ فکرو اعتقاد کے زاویے کا وہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے، جس نے ماضی کے ہر دور میں کروڑوں افراد کو اسلام کے ساتھ مربوط رکھا ہے.......معاشرہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کیلئے جس پر اسلام کے مقدس ماضی کی چھاپ لگی ہوتی ہے، وہ لوگوں سے جنگ کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ہم ایک عظیم اور مقدس ماضی کے وارث ہیں......اس لئے ماضی کے بزرگوں سے جو کچھ ہمیں ملا ہے کل کا کل قبول کرنا ہوگا۔ کچھ لینے اور کچھ چھوڑنے کی اگر اجازت دے دی گئی تو ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ کچھ چھوڑنے والے سبھی کچھ چھوڑ دیں اور اسکے بعد بھی اپنے کو مسلمان کہتے رہیں.......یونہی کسی چھوٹی چیز کو اس پیمانے سے مت دیکھو کہ وہ چھوٹی ہے، بلکہ اس زاویۂ نگاہ سے دیکھو کہ وہ ماضی کے مقدس بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے۔ جو آج ماضی کے چھوٹی چیز کو ٹھکرا سکتا ہے وہ کل ماضی کی بڑی چیز کو بھی ٹھکرا دے گا، کیونکہ ماضی سے مربوط رہنے کا ذریعہ وہ حسن اعتماد ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ قائم ہے اور جب وہی مجروح ہو گیا تو آئندہ مسلمان رہنے کی ضمانت کیا ہے........قرآن کی زبان میں اسلام اس صراط مستقیم کا نام ہے، جو صدیقین و صالحین کے قدموں کے نشانات سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں راہوں کے درمیان اسے ممیز کرنے کا اور کوئی محسوس ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ پس جسے اس گزر جانے والے قافلے کے نقوش قدم کی پیروی سے انکار ہے، اس کے حق میں دو باتیں کہی جا سکتی ہیں، یا تو وہ اپنے تئیں اس منزل کا

مسافر ہی نہیں ہے یا پھر گمشدگی اس کی تقدیر کا نوشتہ ہے۔

آپ اعلیٰ حضرت کی کوئی بھی تصنیف اٹھا لیجئے۔ ایک روایتی مجدد کا یہ انداز فکر آپ کو پوری کتاب میں پھیلا ہوا نظر آئے گا۔ کسی بھی مسئلے پر اعلیٰ حضرت کا قلم جب اٹھتا ہے تو بالالتزام بحث و استدلال کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ سب سے پہلے آیات قرآنی پھر احادیث کریمہ پھر آثار صحابہ پھر ارشادات تابعین و تبع تابعین پھر اقوال مجتہدین پھر تصریحات مشاہیر امت۔ تحریر و بیان کا یہ اسلوب اس نقطۂ نظر کو پوری طرح واضح کرتا ہے کہ کسی بھی شارع کا منشاء معلوم کرنے کیلئے ماضی کے ہر مستند طبقے کے ساتھ منسلک رہنا نہایت ضروری ہے۔ اعتماد و وابستگی کا یہ سلسلۃ الذہب کہیں سے بھی ٹوٹ گیا تو ایمان و یقین کی سلامتی کو کبھی بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔

واقعات و حالات کی روشنی میں اگر آپ مذہبی امور میں آزادیٔ رائے کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اپنے وقت کے مجدد کا یہ اندیشہ غلط نہیں تھا کہ چھوٹی چیز چھوڑنے والے ایک دن بڑی چیز کو بھی چھوڑ دیں گے اور سواد اعظم کی پیروی سے انکار کرنے والے ایک دن رسول اللہ ﷺ ہی کی پیروی سے انکار کر دیں گے۔ چنانچہ تجربات شاہد ہیں کہ رسم کہہ کر جن لوگوں نے ماضی کے بزرگوں کی روایات سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کی، انہیں کچھ مدت کے بعد اپنے ہی درمیان ایک ایسے طبقے کا سامنا کرنا پڑا جس نے یہ کہتے ہوئے آئمہ مجتہدین کی تقلید کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیا کہ وہ بھی ہماری طرح ایک عام امتی ہیں۔ دین کے مسائل و احکام معلوم کرنے کیلئے ان کی مجتہدانہ صوابدید پر اعتماد کرنا ہمارے لئے کیا ضروری ہے۔ ہمیں بھی خدا نے فکر کی قوت بخشی ہے۔ ہم براہ راست

احادیث سے رابطہ قائم کریں گے۔ ہمارے لئے حدیث رسول کافی ہے۔ اقوال آئمہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ اقوالِ آئمہ اغلاط کا مجموعہ ہیں۔

لیکن ابھی چند سال بھی نہیں گذرے تھے کہ اسی دعوت انحراف کے بطن سے تیسرے گروہ نے جنم لیا۔ اس نے بڑے طمطراق سے کہنا شروع کیا کہ دین در اصل خدا کا ہے۔ پیغمبر کی حیثیت تو صرف ایک قاصد کی ہے۔ دین کے متعلق خدا کی مکمل ہدایات قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ قرآن ہمارے لئے کافی ہے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ احادیث اغلاط کا مجموعہ ہیں۔ مسلمانوں کے فکری زوال اور قومی انتشار کا سب سے بڑا ذریعہ احادیث ہیں۔

بغاوت والحاد کا یہ قیامت خیز فتنہ جب جوان ہو گیا اور سر پر چڑھ کر جب آواز دینے لگا، تو اب لوگ بدحواس ہو کر سینہ پیٹ رہے ہیں کہ ہائے اسلام میں اتنا بڑا رخنہ ڈال دیا ان ظالموں نے! امت کا شیرازہ جس رشتہ سے بندھا ہوا تھا اس کو توڑ دیا۔ اب اس کی ضمانت کیا ہے کہ حدیث کو چھوڑنے والے ایک دن قرآن کو نہیں چھوڑ دیں گے اور اس کے بعد کہیں گے ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا حق ملنا چاہئے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ پہنچنے والے یہاں تک اچانک نہیں پہونچ گئے، انہیں الحاد و انکار کے متعدد مراحل سے گذرنا پڑا۔ اس سے پہلے اعتماد و یقین کے کئی رشتے انہوں نے بتدریج توڑے تب جا کر حدیث کے رشتے تک ان کا ہاتھ پہنچا۔ اس لئے مجھے کہنے دیا جائے کہ اسلام میں رخنے کی بنیاد اسی دن پڑ گئی تھی جس دن دہلی کے ایک ناخدا ترس باغی نے ''بزرگوں کی رسم'' کہہ کر ماضی کی متوارث روایات کے خلاف

بغاوت کا علم اٹھایا تھا۔ اسلامی اقدار کے خلاف ایک نیا فتنہ عین اپنی ولادت کیوقت ہی کچل دیا گیا ہوتا تو آج ہمیں یہ سیاہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔

اس پر مزید یہ ستم ہے کہ جو اسلام میں نئے فتنوں کا بانی تھا اسے آج بھی "اسلام کا محسن" سمجھا جاتا ہے اور جس نے اپنے خون و جگر سے یقین و ایمان کی فصیلوں کی بنیاد مستحکم کی اس کی خدمات کا کوئی اعتراف نہیں ہے۔ مسلم ہندوستان کی تاریخ پر قلم اٹھانے والے جو اپنے آپ کو جانبدار اور حق پسند کہتے ہیں اگر انہوں نے دیدہ و دانستہ احیائے ملت کی ایک عظیم تاریخ کے ساتھ بے اعتنائی برتی ہے، تو یہ حقائق کے خلاف ایک کھلا ہوا تعصب ہے اور اگر انہوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر تاریخ کی یہ اہم کڑی چھوڑ دی ہے، تو سوا اس کے اور کیا کہا جائے گا کہ کچھ نہ لکھنا ایک گمراہ کن تاریخ لکھنے سے کہیں بہتر تھا۔

واقعات کے ساتھ انصاف کرنے والوں کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے منصب تجدید و ارشاد کو سمجھنے کیلئے جہاں اس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے، وہاں ان فکری اور اخلاقی محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے، جو اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات اور انکی تصنیفات کے پیچھے ہیں کیوں کہ فکر و اعتقاد کے جن مفاسد کی اصلاح کرنے کیلئے وہ اٹھے تھے، وہ انفرادی نہیں تھے بلکہ ایک منظم گروہ اور ایک مربوط مکتبہ فکر کی پشت پناہی میں پھیل رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت کو اپنے وقت میں "دیوبندی جماعت" کے نام سے ایک ایسے الحاد پرور اور زمانہ ساز گروہ کا سامنا کرنا پڑا، جو ایک طرف اپنے آپ کو "حنفی" بھی کہتا تھا اور دوسری طرف ابن تیمیہ لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی

تک ان سارے آئمہ الحاد وفتن کے عقائد وافکار کا علم بردار بھی تھا جو سلف صالحین اور آئمہ اسلام کی بارگاہوں سے ٹھکرائے جا چکے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ آئمہ اسلام کے اس باغی طبقے کے ساتھ جسے ہم ''غیر مقلدین'' کے نام سے جانتے ہیں، اعتقادی اور فکری رابطہ بھی قائم ہو گیا تھا۔ دونوں گروہوں کے درمیان مولوی اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' جسے ابن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کا دوسرا ایڈیشن کہنا چاہیے، بزرگان اسلام کے خلاف بغاوت کیلئے قدرِ مشترک کے طور پر استعمال کی جاتی تھی اور دونوں گروہ اس کتاب کے گمراہ کن اور ایمان سوز مضامین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا مقدس ترین فریضہ سمجھتے تھے اور آج تک سمجھ رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے ساتھ ان نام نہاد حنفی مقلدین کے گٹھ جوڑ نے نہ صرف یہ کہ حنفی مذہب کو نقصان پہنچایا اور غیر مقلدین کیلئے مسلم معاشرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار کیا، بلکہ دونوں گروہوں کی مشترک جدوجہد سے زندگی کے بیشتر مسائل میں آئمہ اسلام اور سلف صالحین کے ساتھ عامۃ المسلمین کے فکری رابطے کا اعتماد بھی مجروح ہونے لگا۔

اس طرح کے پیچیدہ اور سنگین ماحول میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اصلاح وارشاد کا کام شروع کیا آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کی علمی ودینی تاریخ میں یہ محاورہ حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا تھا۔ بلاشبہ انہوں نے آندھیوں کی زد پر چراغ جلایا۔ قلم کی تلوار ہاتھ میں لیکر تنہا اٹھے اور عرب سے عجم تک مذہب اہل سنت کی حقانیت وصداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ مومنین کے قلوب میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر سلف صالحین کی محبت وعقیدت اور شریعت طیبہ طاہرہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح جگایا کہ اہل ایمان کی

زندگی کا نقشہ بدل گیا۔

ویسے ہندستان میں اس وقت اس گروہ کے علاوہ بھی بہت سے فرقہائے باطلہ تھے، جن سے مسلمانوں کی مذہبی سلامتی کو نقصان پہنچا اور اعلیٰ حضرت نے ان کے فتنوں سے بھی ملت کی تطہیر فرمائی، لیکن خصوصیت کے ساتھ فتنہ وہابیت کے استیصال میں انکے مجاہدانہ اقدامات نے امت کو ایک عظیم ابتلا سے بچالیا۔ فتنہ وہابیت کے استیصال کی طرف اعلیٰ حضرت کی خصوصی توجہ کا باعث یہ ہوا کہ اس فتنے کے علمبردار اپنے آپ کو حنفی کہہ کر حنفی مسلمانوں میں پار پانے کی کوشش کر رہے تھے اور حنفی مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جو خیالات ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں، وہ عین حنفی مذہب کے مطابق ہیں۔ حالانکہ حنفی مذہب سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت نے شدت کے ساتھ یہ خطرہ محسوس فرمایا کہ اگر واضح اور مدلل بیان کے ساتھ اس فریب کا پردہ چاک نہ کیا گیا تو پاک و ہند کے احناف سخت گمراہی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے ایک ایک اختلافی مسئلے پر قرآن وحدیث، اقوال آئمہ اور حنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل وشواہد کا انبار لگا کر حنفیت اور وہابیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم کر دیا۔

فکر و اعتقاد اور کردار و عمل کی مختلف سمتوں میں اعلیٰ حضرت کی مجددانہ اصلاحات اور ان کی علمی خدمات کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا شعبہ: عقائد حقہ کا تحفظ

سنی حنفی مسلمانوں کے وہ عقائد وروایات جنہیں دیوبندی حضرات شرک اور حرام کہتے تھے اعلیٰحضرت نے قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور اسلاف کی کتابوں سے

روشن بیانات اور واضح دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ وہ امور شرک اور حرام نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا عین مقتضا اور ائمہ کرام اور سلف صالحین کے نزدیک مستحسن و پسندیدہ ہیں اور یہ امور کچھ آج کے ایجاد کردہ نہیں ہیں بلکہ اسلام کے ماضی سے ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔لہٰذا جو ان امور کو شرک یا حرام کہتا ہے،اس کا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ ان اسلاف کرام پر ہے جن کے ساتھ وابستگی ہماری دینی سلامتی کی ضمانت ہے۔

اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل مباحث بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تقبیل ابہامین

۲۔ ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ عقیدہ شفاعت

۴۔ توسل

۵۔ عقیدہ علم غیب

۶۔ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ میلاد وقیام

۸۔ عرس وفاتحہ

۹۔ نذر

۱۰۔ تذکرۂ شہادتِ کربلا

۱۱۔ محافل گیارہویں

۱۲۔ تثویب

۱۳۔ استعانت بالانبیاء والاولیاء

۱۴۔ بناء قبات بر مزارات

۱۵۔ سفر برائے زیارت قبور انبیاء و اولیاء وغیرہا

اہل سنت کی یہ وہ مذہبی اور اعتقادی روایات تھیں، جن پر دیو بندی گروہ کے علماء حملہ آور تھے اور اعلیٰ حضرت نے اہلسنت کی طرف سے ان کا دفاع فرمایا۔ یہ روایات صدیوں سے امت مسلمہ کے اندر تمام شرق و غرب اور عرب و عجم میں رائج تھیں۔ کچھ اعلیٰ حضرت کی ایجاد کردہ نہیں تھیں اور آج بھی مسلم معاشرہ کی عظیم اکثریت کا تمام اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں میں ان روایات پر عمل درآمد ہے۔ اس لئے کہنے دیجئے کہ اعلیٰ حضرت دنیائے اسلام کے عظیم محسن ہیں، جنہوں نے ان روحانی اور مذہبی نقوش کو مٹنے سے بچایا جو عالم اسلام کو اپنے قابل تقلید اسلاف سے ورثے میں ملے تھے۔

دوسرا شعبہ: خود ساختہ عقائد کی نشاندھی

دیو بندی فرقے کے وہ مخصوص عقائد جنہیں وہ تقریر و تحریر کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں پھیلا رہے تھے۔ اور آج بھی ان کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور از راہ فریب سادہ لوح عوام سے کہتے تھے:۔ یہی وہ اسلامی عقائد ہیں جو قرآن و حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو انہی عقائد پر چلنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کو عقیدے کے فساد سے بچانے کیلئے جس پامردی اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنی مہم کا آغاز کیا، وہ ایک مجدد ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ وقت کی ساری باطل قوتوں کو اپنا حریف بنا لینے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی آواز کا وزن ساری دنیا نے محسوس کیا۔ اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث، فقہ حنفی

اور سلف صالحین کی بوجھل شہادتوں سے ان مصنوعی عقائد کی دھجیاں اڑادیں اور ہر کہہ و مہہ پر آفتاب نیم روز کی طرح واضح کر دیا کہ یہ عقائد سرتاسر باطل اور ایمان و اسلام کیلئے مہلک ہیں۔ مسلمانوں کو ان فاسد عقائد سے سخت اجتناب کرنا چاہیے اور کھلے بندوں ان کی مذمت کرنی چاہیے تاکہ معاشرہ میں انہیں اعتماد کی جگہ نہ مل سکے۔ اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل دیوبندی عقائد بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)

۲۔ صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے۔ (تصفیۃ العقائد)

۳۔ کذب کو شانِ نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے۔ (تصفیۃ العقائد)

۴۔ انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے۔

۵۔ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا گناہ ہے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

۶۔ نماز میں حضور کا خیال لانے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (صراط مستقیم)

۷۔ خدا کے لئے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ، یک روز وغیرہ)

۸۔ خدا کو زمان و مکان اور جہت سے پاک و منزا سمجھنا گمراہی ہے (ایضاح الحق)

۹۔ جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔

(منصب امامت)

۱۰۔ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

۱۱۔ محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

۱۲۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۳۔ رسول بخش، نبی بخش، پیر بخش، عبد النبی، عبد المصطفیٰ، غلام معین الدین، غلام محی الدین نام رکھنا یا اسے پسند کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۴۔ یہ کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہوگا شرک ہے۔

۱۵۔ رحمۃ اللعالمین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے امتی بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتے ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ)

۱۶۔ بزرگان دین کے تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ)

۱۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

۱۸۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے، وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۹۔ کسی نبی یا ولی کے مزار پر روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، پانی پلانا اور لوگوں کیلئے غسل اور وضو کا انتظام کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان) وغیرہا

انصاف و دیانت کے ساتھ دیوبندی مکتبہ فکر کے ان معتقدات پر غور فرمائیے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدۂ توحید و تقدیس کو ٹھیس پہنچتی ہے اور کچھ وہ ہیں جو شانِ رسالت کو مجروح کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے اسی کروڑ مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی

ہے اور بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ اسلاف کرام بھی ضد میں آجاتے ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا عقائد واعمال کی توثیق فرمائی ہے۔

اب ایک طرف ہمارے معتقدات وروایات پر یہ جارحانہ حملہ نظر میں رکھئے اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ دفاعی کردار ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے ایک پر جوش وکیل اور ایک پرخلوص محافظ کی طرح امت کے سر سے کفر وشرک کے الزامات کا دفاع کیا اور نہایت اخلاص سے یہ ثابت کر دیا کہ امت کے جن عقائد و اعمال کو اہل دیوبند کفر وشرک کہتے ہیں وہ ایمان واسلام کے بہترین مظاہر ہیں۔

اب جمہور اسلام کے افراد ہی اس کا فیصلہ کریں کہ اعلیٰ حضرت کا یہ عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے۔ ان گراں قدر خدمات کے ذریعے اعلیٰ حضرت نے امت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انہیں ٹوٹنے سے بچا لیا ہے؟ عین شورش اور طوفان کی زد پر اعلیٰ حضرت نے جن عقائد واعمال کی حمایت کی ہے اور جن روحانی احساسات کو مٹنے سے بچایا ہے، اگر آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے، تو یہ فیصلہ جمہور ہی کو کرنا ہوگا کہ اپنے ایک جان نثار وکیل اور ایک بے غرض محسن کو جذبۂ محبت کے ساتھ یاد کیا جائے یا دشمن کے ناپاک پروپیگنڈوں کا شکار ہو کر احسان فراموشوں کا رویہ اختیار کر لیا جائے۔

ان سوالوں کے جواب کیلئے میں آپ سے آپ ہی کے ضمیر کا انصاف چاہتا ہوں۔

تیسرا شعبہ: اہانت آمیز عبارتوں پر گرفت

اکابر دیوبند کی بعض وہ عبارتیں جن میں انہوں نے رسول پاک ﷺ کی شان مبارک میں صریح گستاخیاں کی تھیں اور ضروریات دین کا انکار کر کے دین

سے خود اپنا رشتہ منقطع کرلیا تھا، اعلیٰ حضرت نے ان توہین انگیز عبارتوں پر ان کا مواخذہ فرمایا اور ان سے رجوع و توبہ کا مطالبہ کیا۔ آگے چل کر اس مطالبہ میں سادات حرمین طیبین اور بلاد عرب کے مشاہیر علماء و مشائخ بھی شریک ہو گئے اور اس طرح یہ کل عالم اسلام کا مطالبہ بن گیا۔

لیکن حق کے آگے جھکنے میں ان حضرات نے عار محسوس کیا اور نمائش دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ نہ ان اہانت آمیز عبارتوں کو اپنی کتابوں سے حذف کیا اور نہ ان سے رجوع فرمایا۔ بلکہ آج تک وہ ان اہانت آمیز عبارتوں کی اشاعت کر کے اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں۔ اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل عبارتیں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور نبی کریم ﷺ کے علم شریف کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دے کر شان رسالت میں صریح توہین کا ارتکاب کیا۔

۲۔ ''براہین قاطعہ'' مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، میں ایک توہین آمیز عبارت لکھی گئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین کی بابت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا علم شریف شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہے، بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ شیطان و ملک الموت کی علم کی وسعت نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے، حضور پاک کے وسعت علمی پر کوئی دلیل نہیں۔ پس شیطان کے مقابلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔

۳۔ بانی دارالعلوم دیو بند مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں اس امر کی صراحت فرمائی کہ آیت قرآنی میں لفظ "خاتم النبیین" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا یہ عوام کالانعام کا شیوہ ہے۔ امت کے قابل اعتماد طبقے کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسری جگہ لکھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد بالفرض کوئی نیا نبی پیدا ہو جب بھی حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

۴۔ دیو بندی مذہب کا پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے عین حالت بیداری میں بہ سلامتی ہوش وحواس انہیں نبی کہہ کر بایں الفاظ درود بھیجا "اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا اشرف علی" اور ایسا کئی بار کیا پھر عذر لنگ یہ تراشا کہ مجبور ہوں بے اختیار ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اور واقعہ کی یہ تفصیل اپنے پیر تھانوی صاحب کو لکھ بھیجی۔ بجائے اس کے کہ پیر صاحب اسے تنبیہ کرتے، اس سے توبہ کراتے، اس کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے تسلی دی۔ (رسالہ الامداد، بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

ان عبارتوں پر شرعی مواخذات کی تفصیل

۱۔ حفظ الایمان کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے یہ مواخذہ فرمایا کہ اس میں "ایسا" کے ذریعہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم پاک کو رذائل اور حیوانات وبہائم کے علم ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ امر مابین عقلاء واہل لسان مسلم ہے کہ رذائل کے ساتھ تشبیہ میں توہین کے معنیٰ پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت میں علم نبوت کی صریح توہین ہے اور توہین شانِ نبوت چونکہ کفر ہے، اس لئے قائل کو توبۂ صحیحہ شرعیہ

اور تجدید اسلام کرنا چاہئے۔

۲۔ براہین قاطعہ کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے تین الزامات قائم فرمائے۔

پہلا الزام: تو یہ ہے کہ اس میں شیطان و ملک الموت کے مقابلے میں حضور کے علم پاک کی تنقیص کی گئی ہے اور نبی کے علم کی تنقیص از روئے کتاب و سنت وباتفاق مشاہیر اسلام کفر ہے۔

دوسرا الزام: یہ ہے کہ اس عبارت میں شیطان و ملک الموت کی وسعت علمی کو نص (قرآن وحدیث) سے ثابت مانا گیا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وسعت علمی کیلئے دلیل کا کلیۃً انکار کر دیا گیا، جو خلاف واقعہ ہونے کے علاوہ شیطان و ملک الموت کے مقابلے میں نبی کی تنقیص کا موجب بھی ہے۔

تیسرا الزام: یہ قائم فرمایا کہ اس عبارت میں نبی کی وسعت علم کے اعتقاد کو شرک قرار دیا گیا، لیکن شیطان و ملک الموت کے حق میں یہی وسعت علم کا اعتقاد عین اسلام بن گیا۔ اب حقیقت کا فیصلہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہا جائے کہ کتاب کے مصنفین نے شرک کا حکم غلط لگایا ہے اور اگر صحیح لگایا ہے تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ لوگ شیطان و ملک الموت کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔

۳۔ تحذیر الناس کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہیکہ اس میں لفظ ''خاتم النبیین'' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھا گیا ہے اور عوام کا خیال بتایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقت امر اور قرآن وحدیث کے مفاد کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں، کیونکہ مصنف کے نزدیک حقیقت امر اور قرآن وحدیث کی رو سے بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہا جاتا

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار اسلام میں صریح کفر ہے۔ اور دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد بھی بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس بات کو ہم پہلی بات کا لازمی نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔ یعنی جب قائل کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ بغیر کسی قباحت شرعی کے حضور کے بعد دوسرا نبی آ سکتا ہے، کیونکہ مانع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''آخر'' ہونا تھا اور جب اسی کا انکار کر دیا تو مانع کہاں رہا؟

لہٰذا جس نئے نبی کو بالفرض کی صورت میں تسلیم کیا گیا تھا جب وہ ''مفروضہ نبی'' غلام احمد کی صورت میں واقع ہو گیا تو اب عقیدۂ ختم نبوت کی بنیاد پر اہل دیوبند اس کا کیوں کر انکار کر سکتے ہیں؟

۴۔ الامداد کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اور کفر کی حوصلہ افزائی اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی کفر ہے، لہٰذا قائل بالکفر اور راضی بالکفر دونوں ایک ہی الزام کی زد میں ہیں۔ باقی رہ گیا ''زبان کے بے قابو ہونے کا عذر'' تو کفر اور ناروا کلمات منہ سے نکالنے کیلئے شریعت اس طرح کا عذر لنگ ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔

اختصار کے ساتھ مذکورہ بالا عبارتوں پر اعلیٰ حضرت کے شرعی الزامات کی جو میں نے تشریح کی ہے اسکی روشنی میں اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت نے ان لوگوں سے توبہ و رجوع کا جو مطالبہ فرمایا تھا وہ معقول بنیاد پر مبنی تھا یا بے بنیاد تھا۔

چوتھا شعبہ: اصلاح معاشرہ

اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا چوتھا شعبہ وہ مذہبی اور اخلاقی اصلاحات ہیں، جو مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور برائیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت نے انجام دیں۔ اور ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل پر اعلیٰ حضرت کی وہ بلند پایہ تحقیقات اور فکری نوادرات ہیں جنہیں دیکھ کر علماء عرب نے اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرتوں اور علمی عظمتوں کا لوہا مان لیا۔

معاملات وعبادات میں اعلیٰ حضرت نے جن اغلاط ومفاسد کی اصلاح فرمائی وہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے اعلیٰ حضرت کے فتاوے میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں اگر انہیں منتخب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کے وہ مباحث جو محافل میلاد، اعراس، زیارت قبور، مراسم محرم اور خوشی وغمی وغیرہ میں غلط رسم ورواج اور غیر اسلامی امور کی اصلاحات پر مشتمل ہیں، وہ ان لوگوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ ہیں جو اعلیٰ حضرت کو بدعت نواز کہتے ہیں۔

اس مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے اپنے عنوان کے متعلق دولفظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات محتاج بحث نہیں ہے کہ ہند و پاک میں اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے دو بڑے مکاتب فکر میں منقسم ہو گئے ہیں؛ ''بریلوی مکتبہ فکر'' اور ''دیوبندی مکتبہ فکر''۔ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبہ فکر کے تقابلی مطالعہ مشتمل ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل دیوبند کے مقابلے میں جن عقائد واعمال کی حمایت کی ہے، اگر وہی اہل سنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ''بریلوی مکتبہ فکر'' ہی مذہب اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے۔

پس دعا کیجئے! مولائے غافر و کریم اس امام اہل سنت کے مرقد پر صبح و شام اپنی رحمتوں کے پھول برسائے، جس کا نام احمد رضا ہے اور جس نے اپنے ناموس کو خطرے میں ڈال کر اپنے آقا کے ناموس کا تحفظ کیا اور پھر جس نے اپنے محبوب کی خوشنودی کے آگے کسی کی خوشنودی کی پرواہ نہ کی۔

اپنے سلطان کا ایک مستغنیٰ گدا جس نے ارباب سریر و کلاہ کی طرف کبھی نگاہ نہ اٹھائی۔ حق کا ایک بے لوث علم بردار جسے زمانہ کسی قیمت پر بھی خرید نہیں سکا۔

صلیٰ اللہ علیٰ النبی المختار وعلی آلہ الأطھار و حز بہ الأبرار

بارگاہ
اعلیٰ حضرت میں
قائد اہل سنت کی
حاضری

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ
کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی خدمات پر مشتمل
مضامین کا یہ مجموعہ آپ نے پڑھ لیا۔

کسی زمانے میں قائد اہل سنت نے بارگاہ اعلیٰ
حضرت میں اپنی حاضری کی کیفیات کو الفاظ وبیان کی
خوبصورت تعبیروں میں سمو کر ہدیہ ناظرین کیا تھا۔
بہت مناسب ہے کہ اس مجموعہ کا اختتام انہی رس
گھولتی ہوئی تحریروں پر ہو۔

مرتب

۱۳ر ستمبر کی شام کو میں جمشید پور سے کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔ واضح رہے کہ کشمیر کا میرا یہ سفر تفریح و سیاحت کے لیے نہیں بلکہ مذہب اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کے وسائل کی تلاش کے لیے تھا۔

دوسرے دن شب میں میری ٹرین بریلی شریف کے اسٹیشن پر پہنچی۔ وہی بریلی شریف جس کی طرف انتساب اب اہل سنت کا علامتی نشان بن چکا ہے۔ یک بیک جذبۂ شوق نے انگڑائی لی اور میں سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لیے اتر پڑا۔

آستانۂ رضویہ پر حاضری

نماز فجر کے بعد امام اہل سنت کے آستانے پر جب میری حاضری ہوئی تو جذبۂ دل کے مدوجزر کا عجیب عالم تھا۔ ایک عشق سراپا، ایک پیکر وفا،

ایک اخلاص مجسم اور ایک بحر علم وفضل کی خواب گاہ ناز نظر کے سامنے تھی۔ فرط عقیدت سے آنکھیں اشکبار تھیں۔۔۔ بے ساختہ یہ شعر یاد آ گیا۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اٹھ مرے دھوم مچانے والے

نہ جانے کس عالم میں اعلیٰ حضرت نے یہ شعر کہا تھا۔ گھنٹوں سوچتا رہا۔ یہ اسی عاشق پاکباز کا مرقد ہے جو شہر خموشاں کے ارجمندوں کی حرمت وتوقیر کے لیے زندگی بھر بے چین رہا۔ اس کے نوک قلم سے روشنائی نہیں ٹپکتی تھی، عشق وعرفان کا آبشار پھوٹتا تھا۔ اس کی تحریر میں عجیب سحر تھا کہ بریلی کی سرزمین پر بیٹھے بیٹھے اس نے ساری دنیا کو اپنے گرد سمیٹ لیا۔

عالم تحیر میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بے ساختہ زبان دل سے دعا نکلی اور درودیوار نے آمین کہا۔

احمد رضا! تمہاری تربت پر شام وسحر رحمت ونور کا ساون برسے......

تمہارے قلم کی روشنائی نے شہیدوں کے لہو کی طرح چمنستان اسلام کو لالہ زار بنا دیا............ تم نے آندھیوں کی زد پر عشق کا چراغ جلایا اور خون کے ایک ایک قطرے سے محبت کا خراج وصول کیا۔

دنیائے اسلام کے محسن! تم نے حق وباطل کے درمیان اتنی واضح لکیر نہ کھینچ دی ہوتی تو آج امنڈتے ہوئے ان سیاہ فتنوں کے ہجوم میں امت مسلمہ کا کیا حال ہوتا.......... کیا معلوم کہ ہم سرگشتگان بادۂ غفلت عقل غلط اندیش کی رہنمائی میں کہاں بھٹکتے ہوتے۔

اہل سنت کے امام! خدائے غافر وقدیر تمہاری خواب گاہ کو رحمتوں کے
پھول سے بھر دے......... تمہارا یہ احسان ہم کبھی نہیں بھول سکتے کہ تم نے نہایت
نازک وقت میں ایمان کے ساتھ ہماری روحوں کا سررشتہ ٹوٹنے سے بچالیا۔
ویسے کہنے کے لیے ساری دنیا رسول مجتبیٰ کے پروانوں سے بھری ہوئی تھی
لیکن نجد کے گستاخوں کے منہ میں لگام دینے کے لیے تمہارے سوا کون کھڑا
ہوا......... کس نے اپنی ہستی کی ساری صلاحیتوں کو حمایت حق کے مورچے پر لگا
کر اسلام کی فصیل کو کفر والحاد کے طوفان سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا.........
مزارات کے وارث اور خانقاہوں کے سجادہ نشیں کہاں نہیں تھے......... لیکن کسے ہمت
ہوئی کہ ابلیس کے امنڈتے ہوئے لشکر کو شکست فاش دینے کے لیے خون کا آخری قطرہ
تک نثار کر دے۔

ہر محفل کا چراغ بننا اور ہر طبقے میں نیک نام کہلانا کون نہیں پسند کرتا، لیکن
پیارے! یہ تمہارا ہی جگر تھا کہ حق کی خوشنودی کے آگے تم نے نہ کسی کے روٹھنے کی پرواہ
کی نہ کسی کے طعن وتشنیع سے آزردہ ہوئے۔ ایک اپنے محبوب کو راضی کر کے تم سارے
جہاں سے مستغنی ہو گئے۔

اہل حق کی دنیا آج بھی اعتراف کرتی ہے کہ تم نے غیرت عشق کی یہ بھٹی
نہ سلگائی ہوتی تو اس عہد نفاق آشوب میں یقین وعرفان کا یہ نکھرا ہوا سونا کسے میسر آتا۔

پس اے امیر کشور اخلاص! دشمنان حق نے اپنے مذہبی غیض میں سلگ
سلگ کر تجھے جتنے طعنے دیئے ہیں کونین کا پروردگار ان ساری آزاریوں کا تجھے بے
پایاں اجر عطا کرے۔

دل کے انہیں تأثرات کے ساتھ بادیدۂ پُرنم آستانۂ رضویہ کی جلوہ گاہ فیض سے میں واپس لوٹا اور تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم کے دولت سرائے اقبال پر تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اقدس شب گذشتہ کی ٹرین سے کل ہندسنی جمیۃ العلماء کی تنظیمی کانفرنس میں شرکت کے لیے بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔

ختم شد

مصادر ومراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن: امام احمد رضا بریلوی، مکتبہ جام نور دہلی

۳۔ ترجمۂ قرآن: مولانا اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لاہور

۴۔ تفہیم القرآن: مولانا ابوالاعلی مودودی، مکتبۂ اسلامی دہلی

۵۔ ترجمۂ قرآن: مولانا عبدالماجد دریابادی، کتب خانہ امدادیہ دیوبند

۶۔ ترجمۂ قرآن: مولانا فتح محمد جالندھری، تاج کمپنی لاہور

۷۔ ترجمۂ قرآن: مولانا عاشق الٰہی، کتب خانہ اشاعت اسلام دہلی

۸۔ ترجمۂ قرآن: مولانا محمود الحسن، تاج کمپنی لاہور

۹۔ ترجمۂ قرآن: شاہ عبدالقادر، تاج کمپنی لاہور

۱۰۔ ترجمۂ قرآن: شاہ رفیع الدین، فرید بک ڈپو دہلی

۱۱۔ الاذکار المنتخبۃ: امام نووی، ت: غ، ط: غ، مطبوعہ بیروت

۱۲۔ مرقاۃ: ملا علی قاری، جلد: اول، ط: غ، ت: غ، ن: مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۳۔ احیاء العلوم: امام غزالی، ج: ۲، ت: غ، مط: غ، ط: غ، ن: مکتبہ امدادیہ

۱۴۔ مسلم: امام مسلم، ج: ۲، ط: ۴، ت: ۱۹۹۷ء، ن: رومی پبلیکیشنز لاہور

۱۵۔ مکتوبات احمد رضا خان بریلوی: امام احمد رضا فاضل بریلوی، ت: غ، ط: غ، مط: غ، ن: محل پبلیکیشنز دہلی

۱۶۔ دارمی: شیخ ابوعبداللہ دارمی، ج: ۴، ط: ۱، ت: ۱۴۰۷ء، دارالکتاب العربی

۱۷۔ یک روزہ: مولانا محمد اسمٰعیل شہید، ت: غ، مط: غ، ط: غ، فاروقی کتب خانہ

۱۸۔ حفظ الایمان مع بسط البنان: مولانا اشرف علی تھانوی، ت: غ، مط: غ، ط: غ، کتب خانہ اعزازیہ سہارنپور۔

۱۹۔ البراہین القاطعۃ: مولانا رشید احمد گنگوہی، ت: غ، مط: غ، ط: غ، کتب خانہ امدادیہ

۲۰۔ تحذیر الناس: مولانا محمد قاسم نانوتوی، ت: غ، مط: غ، ط: غ، کتب خانہ امدادیہ

۲۱۔ تقویۃ الایمان: مولانا اسمعیل شہید، راشد کمپنی دیوبند، محمدی پرنٹنگ پریس دیوبند

۲۲۔ حدائق بخشش: امام احمد رضا بریلوی، ص: ۳۸، ت: ۱۴۲۰ھ، مط: غ، مکتبۃ المصطفیٰ

۲۳۔ محاسن کنز الایمان: پیش لفظ از قلم علامہ غلام رسول سعیدی، ت: غ، ن: فرید بکڈپو

۲۴۔ شعب الایمان: امام ابوبکر احمد البیہقی، ج: ۱، ص: ۳۶۸، نمبر: ۴۱۲، ت: ۲۰۰۰ء، ن: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۵۔ نزہۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر: شیخ عبد الحی ندوی، اضافہ: شیخ ابو الحسن علی ندوی، ج: ۸، ن: طیب اکادمی، مط: غ، ت: ۱۹۹۳ء

۲۶۔ الاجازۃ المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ: امام احمد رضا خان، مشمولہ رسائل رضویہ، ج: ۲، ت: ۱۹۷۶ء

۲۷۔ عبقری الشرق: پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ن: ادارہ مسعودیہ کراچی، ت: ۱۹۹۷، ط: ۱، مط: غ

۲۸۔ الاجازۃ الرضویۃ: امام احمد رضا خان، مشمولہ رسائل رضویہ، ج: ۲، ط: لاہور، ت: ۱۹۷۶ء، ن: غ

۲۹۔ علم الابعام والاجرام میں فاضل بریلوی کا تفرد، جام نور دہلی، جنوری ۲۰۰۲ھ۔

۳۰۔ حیات اعلیٰ حضرت: علامہ ظفر الدین رضوی، ج: ۱، ناشر: مسجد نور الاسلام بولٹن یوکے، ت: غ، ایڈیشن: ۱، مط: غ

۳۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت: علامہ بدر الدین رضوی، ت: ۲۰۰۱ء، مط: بھارت آفسیٹ، ط: غ، ن: نوریہ بکڈپو

۳۲۔ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات: علامہ یٰسین اختر مصباحی، ت: غ، ط: ۳، ن: المجمع الاسلامی

فہرست اعلام

الف

ب

ح

خ

ڈ

ر

ش

ص

ط